

”کوموڈو“ (Comodo) ہے جو ان دیو جیسے رنگنے والے جانوروں سے ملتا جلتا ہے، جو ہماری زمین پر لاکھوں برس پہلے راج کرتے تھے۔ دنیا کے قدیم غاروں میں کہیں کہیں ان کی تصویریں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ گرگٹ جزائر شرق الہند میں پایا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی دس سے تیرہ فٹ تک ہوتی ہے اور وزن ڈھائی سو (250) پونڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ اپنے جزیروں پر اس کی حکومت ہوتی ہے۔ اتنا لمبا چوڑا اور بھاری ہونے کے باوجود اس کے جسم میں بلا کی چستی ہوتی ہے۔ وہ بڑا طاقت ور اور جنگلی ہوتا ہے۔ وہ اپنے بڑے بڑی دانتوں سے جنگلی سور کھا جاتا ہے اور اگر سامنا ہو جائے تو گھوڑے کو بھی مار گراتا ہے۔ سنا ہے کہ لوگوں نے دیکھا ہے کہ اس نے ایک ہرن کا پورا اچھلا حصہ اپنے منہ میں بھر لیا۔

جنوبی مغربی امریکا اور میکسیکو میں ایک زہریلا گرگٹ ”گیلا“ (Gilla) ملتا ہے۔ جب وہ کسی کو کاٹتا ہے تو اسے مل ڈوگ کی طرح لپیٹ لیتا ہے اور اس کے جزیروں سے زہر بہنے لگتا ہے۔ اس کی دم لمبی ہوتی ہے۔ جس میں وہ برے وقت کے لئے غذا بھی جمع کر لیتا ہے۔

جب اس کی دم خوب لمبی اور موٹی ہو جاتی ہے اور جب اسے کھانے کے لئے کچھ نہیں ملتا ہے تو اسی ذخیرے کے سہارے زندہ رہتا ہے۔ اس وقت اس کی دم پتلی ہو جاتی ہے۔

گرگٹ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بڑی تیزی سے اپنا رنگ بدل لیتا ہے اور یہ ہے بھی صحیح۔ مقصد ہوتا ہے کہ وہ دشمن کو نظر نہ آسکے۔ جس جگہ کھڑا ہوتا ہے اسی کے مطابق اپنا رنگ تبدیل کر لیتا ہے، لیکن وہ کچھ اور حرکتیں بھی کرتا ہے جن کا علم شاید آپ کو نہ ہو۔

وہ صرف اپنے بچاؤ کے لئے وہی رنگ تبدیل نہیں کرتا بلکہ اس پر جذبات کا اثر بھی ہوتا ہے۔ جس طرح گھبراہٹ میں انسان کے چہرے پر سرخی دوڑ جاتی ہے یا خوف کی وجہ سے وہ پیلا پڑ جاتا ہے۔ گرگٹ کی دم بھی عجیب ہوتی ہے۔ وہ اسے بندر کی طرح پانچویں ہاتھ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ گرگٹ کی زبان نہایت حیرت انگیز ہوتی ہے۔ اس کی شکل کیچڑے جیسی اور لمبائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے ہی گرگٹ کو کوئی کیڑا سانپ بیٹھا نظر آتا ہے اس کی زبان بجلی کی طرح باہر نکلتی ہے اور کیڑا اس کے پیٹ میں پہنچ جاتا ہے۔ سات انچ کا ایک گرگٹ ایک فٹ دور بیٹھی ہوئی کبھی کا شکار کر لیتا ہے اور اسے اس میں آدھا سینڈ بھی نہیں لگتا۔

گرگٹ کی آنکھیں بھی کچھ کم مشہور نہیں۔ وہ ابھری رہتی ہیں اور اندر ہی اندر بڑے دلچسپ انداز میں گھومتی ہیں۔ ایک آنکھ دوسری آنکھ سے مختلف سمت میں گردش کر سکتی ہے۔ گرگٹ ایک آنکھ سے نیچے اپنے دشمنوں سے خبردار رہتا ہے۔ اور

دوسری آنکھ سے اوپر کی جانب کیڑے مکوڑے تلاش کرتا رہتا ہے۔ اگر ایک آنکھ سے آگے کی طرف دیکھتا ہے۔ تو دوسری سے پیچھے کی طرف۔



اُتنا ہی یہ ابھرے گا..... صفحہ ۲۰ کا ابقیہ

دل میں گھر کر گئیں یہاں تک کہ وہ مخلصانہ توجہ کر کے مشرف بہ اسلام ہو گئی۔

یہ بات باعث توجہ ہے کہ نو مسلم خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ہے، جب کہ اسلام پر یہ اعتراض سب سے زیادہ کیا جاتا ہے کہ وہ حقوق نسواں کا محافظ نہیں ہے۔ ایسے عالم میں خواتین کا اسلام کی طرف زیادہ میلان اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ عورتوں کو جو حقوق اور مراعات اور تقدیس و عظمت اسلام نے دی ہے وہ کسی دوسرے نظریہ و نظام میں نہیں ملتی۔

اسلام کی طرف بڑھتے ہوئے اس رجحان اور تمام تر پروپیگنڈوں کی ناکامی اور عدم تاثیر کو دیکھ کر قرآن کی اس پیشگوئی کی صد فیصد اور حرف بہ حرف تصدیق ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ :

ترجمہ: ”یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلانا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔“ (سورۃ القف: ۸)



جس میں وہ روایات ہیں جو فضائل اعمال، اخلاق، اصلاح و تہذیب اور زندگی کے روزمرہ حکم اور مسائل سے تعلق رکھتی ہیں

مقدمہ

علامہ سید سلیمان ندوی



مترجم

محترمہ امہ السنم (مروم)

یہ کتاب

پہترین مصلح مربی اور مرشد کا کام کرتی ہے
ہر عنوان کے نیچے قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ پھر
احادیث میں ذیل عنوانات جگہ جگہ موضوع کی ہدایت
کرتے ہیں۔ بہترین کتابت
فول آفیسٹ کی طباعت

قیمت حصہ اول / روپے۔ قیمت حصہ دوم روپے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
خواتین
کا ترجمان

ماہنامہ
لکھنؤ
رضوان

جلد ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء شماره ۱۰

سالانہ چندہ

- ♦ برائے ہندوستان : ۱۰۰ روپے
- ♦ غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵ امریکی ڈالر
- ♦ فی شمارہ : ۹ روپے

ایڈیٹر : محمد حمزہ حسنی

معاونین

- ♦ امامہ حسنی
- ♦ میمونہ حسنی
- ♦ اسحاق حسینی
- ♦ جعفر مسعود حسنی

نوٹ : ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۵۳/۱۷۲، محمد علی لین، گون روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 270406

ناشر کمپیوٹر لکھنؤ
PH. 281223

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے
نظامی آفسٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ :

اپنی بہنوں سے

عقائد درست ہونے کے بعد اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بعد سب سے بڑا مسئلہ بندوں کے حقوق کا ہے، یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف فرمادے گا لیکن اس نے بندوں کو اس بات کا حق دیا ہے کہ وہ اپنے حقوق و مطالبات معاف کریں یا نہ کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”جس کے ذمہ اپنے کسی بھائی کا مطالبہ ہو عزت و ناموس کی بات ہو یا کسی اور قسم کی چیز، تو آج ہی اس دنیا میں اس سے صفائی کر لے، اس سے پہلے کہ جب نہ دینار ہو گا نہ درہم، اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس کے بقدر مدعی کے مطالبہ اور حق سے لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو صاحب حق کے گناہ اس مدعی علیہ پر ڈال دیئے جائیں گے۔“

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ جانتے ہو کنگال اور خالی ہاتھ کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا جس کے پاس نہ نقد ہو نہ سامان، آپ نے فرمایا میری امت میں مفلس، کنگال وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ سب لے کر آئے گا لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو ان کو قیامت میں اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، جب نیکیاں بھی ختم ہو جائیں گی اور اس پر مطالبے باقی ہوں گے تو اس کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر وہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ایسے بڑے خطرہ اور نقصان سے بچنے کے لئے اور اپنا دامن حساب و کتاب سے صاف رکھنے کے لئے ہم کو اپنے معاملات کی صفائی کی ضرورت ہے۔

ہم کو غیر جانبدارانہ طور پر غور کرنا چاہئے اور اپنے پچھلے معاملات پر غور کرنا چاہئے اور موجودہ حالات کی بھی جانچ کرنا چاہئے اگر خرید و فروخت میں تجارت میں آپس کی تجارتی شرکت میں کوئی حق کسی کا ہمارے ذمہ باقی رہ گیا ہے تو اس کو فوراً صاف کر لینا چاہئے یا ہمارے ذمہ کوئی قرض ہے تو اس کی ادائیگی کی فکر کرنا چاہئے، اس گمان میں نہیں رہنا چاہئے کہ اولاد ادا کر دے گی، اگر آپ سے خود نہ ادا کرنے کی کوتاہی ہوگی تو اولاد یا وارث کیسے ادا کریں گے اپنا معاملہ خود صاف کرنا چاہئے۔

جائیداد ہے تو اپنے شرکت داروں کو شریعت کے مقررہ کردہ طریقہ کے مطابق ان کا حق دینا چاہئے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہمارے بہن بھائی ہیں آپس کی بات ہے، میدان حشر میں کوئی کسی کا بیٹا ہو گا نہ بھائی نہ بہن، ہر شخص اپنی فکر میں پریشان و حیران ہوگا۔

اس کو اسی زندگی میں سب سے اہم کام جان کر معاملہ کو صاف کر لینا چاہئے، معاف کر لے یا اس کا حق اس کو دے دے، باہمی حقوق اور معاملات میں ہم سے بڑی کوتاہی ہوتی ہے اور اکثر وہ ہمارے ذمہ باقی رہ جاتے ہیں، اس کی وجہ سے دنیا میں بھی ہمارے اندر سے محبت، تعلق، ایثار، قربانی ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا سب ختم ہوتا جا رہا ہے اور گھر گھر تفرقہ اور باہمی منافرت پیدا ہوتی جا رہی ہے اور پورا معاشرہ برباد ہوتا جا رہا ہے اور آخرت میں جو پیش آئے گا وہ مذکورہ بالا حدیثوں سے پوری طرح سامنے آ جاتا ہے۔

| | | |
|----|---------------------------------|-----------------------------------|
| ۳ | مدیر | اپنی بہنوں سے |
| ۴ | امۃ اللہ تسنیم | حدیث کی روشنی |
| ۶ | قاری احمد پیلی بھتیسی | معمولات رسول اللہ |
| ۹ | حافظ عبدالفہیم | حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا |
| ۱۱ | حافظ عبدالشکور | محمد رسول اللہ بحیثیت انسان کامل |
| ۱۳ | مولانا محمد عاشق الہی بلند شہری | مشابہت اغیار پر ہم کیوں مجبور ہیں |
| ۱۷ | حافظ سعد شیخ، لاہور | عاشقانِ مصطفیٰ کے نام |
| ۱۹ | مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی | اُتنا ہی یہ ابھرے گا..... |
| ۲۱ | بیگم عجائب سلطانہ قریشی سہام | تعلیمات نبوی کے فروغ میں |
| ۲۳ | شورش کاشمیری | یہ کوچہ حبیب ہے |
| ۲۵ | مشاق احمد خاں | بی بی جی |
| ۳۰ | محمد طارق اقبال | مسلم خواتین کا تاریخی کردار |
| ۳۳ | پروفیسر محمد اجتبا ندوی | مولانا فضل حق خیر آبادی |
| ۳۵ | مولانا حفیظ اللہ ڈیروی | اپنے آپ کو تہانہ کیجئے |
| ۳۷ | مفتی راشد حسین ندوی | سوال جواب |
| ۳۸ | محترمہ صادق ابدالی - کراچی | ریگنے والے جانور |

معمولات رسول اللہ

اور جس کے لئے قرآن کریم میں اسوۂ حسنہ کے الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ زیر نظر سطور میں آنحضرت کی حیات مقدرہ کے ان روزمرہ معمولات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جن کی آدمی کو ضرورت ہوتی ہے۔ یہ معمولات اس عظیم و جلیل زندگی کے ہیں جن کی ذات ہر انسان کے لئے اور خصوصاً مسلمانوں کے لئے مرکز اطاعت و محبت ہے اور جن کی اتباع و اطاعت کے بغیر اسلام و ایمان کے دعوے پھیکے رہتے ہیں۔

ملبوسات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس میں عام طور پر چار کپڑے ہوا کرتے تھے: تہبند، کرتہ، چادر اور عمامہ، سب کپڑے سفید ہوتے تھے۔ صرف عمامہ کا رنگ سیاہ ہوتا تھا۔ آپ سفید لباس کو پسند فرماتے تھے، رنگوں میں سبز رنگ آپ کو پسند تھا۔ پانچامہ آپ نے کبھی نہیں پہنا، لیکن آپ نے اسے دیکھا تو پسند فرمایا، عمامہ کے نیچے ٹوپی استعمال فرماتے تھے جو گول اور موٹے کپڑے کی ہوتی تھی اور سر کی جلد سے ملی رہتی تھی۔ کبھی کرتہ کے اوپر عبا بھی استعمال فرماتے تھے۔ آپ نے خوبصورت اور قیمتی لباس بھی استعمال فرمایا، مگر ریشم کا بنا ہوا کبھی نہیں پہنا، باریک کپڑے کو ناپسند فرماتے تھے، میلا لباس آپ

حیات انسانی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ لہجہ زندگی کو حسن کردار و عمل سے مزین بنانے کی فکر کی جائے۔ اوقات میں باقاعدگی اور نظم و ضبط پیدا کرنے کی جدوجہد کو جاری رکھا جائے۔ عقائد و عبادات کے ساتھ زندگی گزارنے کے تمام طور طریقوں کو ایسا حسن بخشا جائے جو خود اپنے دل کو اچھا معلوم ہو، اور ایک شخص زمانہ عسرت اور عالم خوش حالی دونوں میں قلب کی گہرائیوں میں اطمینان و سکون محسوس کرنے لگے۔

یہ عظیم و جلیل خدمت وہی شخص انجام دے سکتا ہے، جس کی اپنی زندگی حسن عمل کا کامل ترین نمونہ ہو، جو صداقت و سچائی کی تابندہ دلیل و درخشندہ تعبیر ہو۔ اگر کسی شخص کی اپنی زندگی اس معیار سے ہٹی ہو تو یقیناً وہ ناقص زندگی ہے، اور انسانیت کی خدمت اس کے بس کی بات نہیں ہے۔

درحقیقت اچھی زندگی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جو خوبیاں انسان دوسروں میں پیدا کرنا چاہتا ہے، وہ تمام تر خود اس کی اپنی زندگی میں پائی جائیں۔

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمام دنیا کے انسانوں کے لئے حسین ترین نمونہ ہے۔“

کو اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا، اور جب کسی کو میلے کپڑوں میں ملبوس دیکھتے تھے تو اسے کپڑے دھونے کی تاکید فرماتے تھے۔

موجودہ طرز کا جوتا آپ نے کبھی استعمال نہیں کیا۔ چپل پہنتے تھے جس میں دو تھے لگے ہوتے تھے، کپڑے اکثر خوشبو میں بے ہوتے تھے، اور خوشبو کو محبوب رکھتے تھے۔ آپ کے پاس عطر دان بھی تھا جس سے عطر نکال کر کپڑوں میں لگایا کرتے تھے۔ راستہ چلتے میں آپ کے عطر کی خوشبو لوگ محسوس کیا کرتے تھے۔ جسم اور لباس کی صفائی ہمیشہ پیش نظر رہا کرتی تھی۔ آپ کی داڑھی اور سر کے بال منتشر نہیں دیکھے گئے۔ کنگھار بار فرماتے رہتے تھے، کبھی بالوں میں گوند کا پانی لگا کر ان کو جمایا کرتے تھے۔ اگر کوئی خوشبو کا تحفہ پیش کرتا تو اسے شکر یہ کے ساتھ قبول فرماتے تھے۔

دانتوں کی صفائی کا ہر آن خیال رہتا تھا، چنانچہ مسواک بہت کم ہاتھ سے چھوٹی تھی، دوسروں کو بھی مسواک استعمال کرنے کا حکم دیا کرتے تھے، آپ نے بالوں میں خضاب کبھی نہیں لگایا، مگر دوسرے لوگوں سے ارشاد فرماتے تھے کہ اچھا خضاب مہندی اور کسم کا خضاب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہاتھ میں چاندی کی انگٹھی استعمال فرماتے تھے جو چوٹی انگلی میں ہوا کرتی اور اس میں تین لفظ کھدے ہوا کرتے تھے: ”محمد رسول اللہ“ رسول اکرم کا بستر بہت معمولی ہوا کرتا تھا، کبھی چمڑے کا گدا، جس میں کھجور کے پتے کوٹ کر بھر دیئے جاتے

تھے، کبھی یہ گدا ٹاٹ کا ہوا کرتا تھا، اور کبھی چٹائی پر آرام فرمایا کرتے تھے۔

اشیائے استعمال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین تلواریں تھیں، ایک کا نام ذوالفقار، دوسری کا نام ماثر اور تیسری کا نام تبار تھا۔ آپ نے بلا ضرورت کبھی تلوار کو ہاتھ نہیں لگایا، اور ہمیشہ تلوار کو نیام میں رکھتے تھے۔ تلوار کے قبضے چاندی کے بنے تھے۔ آپ اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ کوئی دھار دار ہتھیار نیام کے بغیر ہاتھ میں رہے، اور خنجر یا تلوار سے کسی کی طرف اشارہ کرنے اور اسے دھمکانے کی کوشش کی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہے کی زرہ بھی تھی، یہ ایک قسم کا لوہے کا کرتہ ہوتا ہے، جو میدان جنگ میں بدن کو دشمن کے حملے سے محفوظ رکھنے کے لئے پہن لیا جاتا ہے۔ غزوہ احد میں آپ کو دوزرہں ایک ساتھ پہنے ہوئے دیکھا گیا۔ میدان جنگ میں آنحضرت جھنڈے کا استعمال فرماتے تھے۔ بڑا جھنڈا سیاہ اور چھوٹا سفید ہوا کرتا تھا۔ جھنڈے کا کپڑا چوکور ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے وقت جو جھنڈا آپ کے آگے آگے بلند تھا، وہ سفید رنگ کا تھا۔ عربی کمان آنحضرت کو پسند تھی اور اکثر ہاتھ میں رہا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ ایرانی کمان کسی کے ہاتھ میں دیکھی تو ارشاد فرمایا:

”عربی کمان رکھا کرو، اور اس کے ساتھ تیز نیزے ہونے چاہئیں“ سواری کے لئے آنحضرت کے پاس اونٹ اور گھوڑا

دونوں تھے۔ سرخ رنگ کے گھوڑے کو آپ پسند فرماتے تھے۔ آپ کی ایک اونٹنی کا نام عقباہ اور دوسری کا قصواء تھا۔ عقباہ بہت تیز رفتار تھی اور کسی دوسری اونٹنی کو آگے نہیں نکلنے دیتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب اپنے اونٹ کو دوڑا کر آگے نکل گئے۔ مسلمانوں کو ان کی یہ جرأت اچھی نہیں لگی اور ہر شخص رنج محسوس کرنے لگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ”دنیا کوئی چیز سر بلند نہیں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پست کر دیتا ہے۔“ آپ کی سواری میں خنجر کا ذکر بھی کتب سیرت میں ملتا ہے۔ میدان جہاد میں سر کی حفاظت کے لئے لوہے کی ٹوپی بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اس ٹوپی کو خود کہتے ہیں۔

ماکولات

کھانے پینے کے معاملات میں رسول اکرم ہمیشہ صبر و قناعت سے کام لیا کرتے تھے، جو کچھ وقت پر سامنے آ جاتا آپ نے کبھی برا نہیں کہا۔ آپ ہمیشہ دسترخوان پر کھانا نوش فرماتے تھے۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے تھے، اور جو لوگ اس وقت موجود ہوتے تھے، ان سب کو شریک طعام فرماتے تھے۔ لقمہ چھوٹا لیتے تھے، اور بہت آہستہ آہستہ چبا چبا کر کھاتے تھے۔ اکثر تین انگلیاں استعمال فرماتے تھے اور کھانے کے بعد انگلیوں میں لگی ہوئی غذا کو چاٹ لیا کرتے تھے، کبھی کسی چیز سے آپ نے تکیہ یا سہارا نہیں لگایا، کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا کہ بہت دن تک گھر میں کوئی چیز نہیں پکتی تھی اور آپ صرف کھجوریں کھا کر گزارہ فرمایا کرتے تھے

اور کھانے کے بعد ہاتھ دھویا کرتے تھے۔ جب دسترخوان سامنے سے اٹھایا جاتا تھا تو آپ اللہ تعالیٰ کی تعریف اس کا شکر ادا فرماتے تھے۔ ٹھنڈا پانی آپ کو بہت مرغوب تھا، جب پیش کیا جاتا تو آپ سیدھے ہاتھ سے پیتے تھے اور پینے کے درمیان تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔ بیٹھ کر پانی پینے کو پسند فرماتے تھے اور کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرماتے تھے، جب کبھی ٹھنڈا شربت پیش کیا جاتا تو آپ بہت خوش ہوتے اور بڑے لطف سے پیتے تھے۔ پانی یا شربت کا گلاس اس کو جب منہ سے ہناتے تھے تو الحمد للہ! فرماتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی ایسا ہی کرنے کی نصیحت فرماتے تھے۔ آپ نے کھڑے چلتے پھرتے اور راستہ میں کھانے کو ناپسند فرماتے تھے۔

کھانے کی چیزوں میں مندرجہ ذیل چیزیں آپ کو پسند تھیں: ”سرکہ، روغن زیتون، شہد، کدو، گوشت، تربوز، ککڑی، تر کھجور، جو کی روٹی، ٹرید، (یعنی شوربہ میں بیگی ہوئی روٹی) کبھی جو کا دلہ، جس کو روغن اور مصالحہ ڈال کر پکایا جاتا ہے، آپ شوق سے استعمال فرماتے تھے۔“ کھانے میں کچی پیاز اور لہسن کو آپ پسند نہیں فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ جو آدمی کچی پیاز اور لہسن استعمال کرے اسے چاہئے کہ جب تک منہ صاف نہ ہو جائے مسجد میں داخل نہ ہو۔ آنحضرت نے مرغ اور پھلی کو بھی استعمال کیا ہے مگر بہت کم۔ باریک آنے کی چپائی

آپ نے کبھی استعمال نہیں فرمائی۔ ہمیشہ مرنے اور بغیر چھنے آنے کی روٹی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ آپ بہت پیٹ بھر کر کھانے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ کو کبھی ذکر لینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ دودھ اور شہد سے تیار کئے ہوئے حریرہ کی تعریف فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ: ”یہ غذا بیمار کو راحت پہنچاتی ہے۔“

جلد آتا ہے۔ اسی طرح آپ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد قبول فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام کے اجتماع میں کھانے پینے کی پسندیدہ چیزوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ ہر شخص اپنی پسند بیان کر رہا تھا۔ آپ نے بھی فرمایا کہ: میں بکری کے اس دودھ کو پسند کرتا ہوں جو زیادہ دیر تک پکایا گیا ہو اور وہ سرخ ہو گیا ہو، پھر اس میں روٹی بھگوئی گئی ہو اور اسے شہد سے بیٹھا کیا گیا ہو۔“ ایک صاحب اسی وقت مجلس سے اٹھے گھر گئے اور ایک بڑے برتن میں پسندیدہ غذا لاکر حاضر خدمت کر دی۔ آپ نے شکر یہ سے قبول فرمایا اور پھر سب کے ساتھ مل کر اسے نوش کیا۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو ایک ساتھ دو کھجوریں منہ میں رکھتے ہوئے دیکھا تو منع فرمایا۔ آگ پر بھنے ہوئے گوشت کے پارچے شوق سے کھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خرگوش کی بھنی ہوئی ران پیش کی گئی، جسے آپ نے قبول فرمایا مگر کھایا نہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ: ”چند تقویت بدن کیلئے مفید ہے۔ آنحضرت اس کھرچن کو بھی پسند فرماتے تھے جو دیگی کے تلے میں لگ جایا کرتی ہے۔ اگر کبھی سبزی یا شوربہ وغیرہ نہ ہوتا تو آپ سرکہ یا کھجور ہی سے روٹی کھالیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ سالن سے خالی نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ”میں دودھ میں بھگی ہوئی روٹی کو جسے شہد سے بیٹھا کیا گیا ہو اور اس میں تھوڑا کھی بھی ڈالا گیا ہو پسند کرتا ہوں۔“ ایک صحابی نے یہ پسندیدہ غذا حاضر خدمت کر دی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ گھی کس برتن میں رکھا تھا؟ عرض کیا گیا کہ گوہ کے چمڑے کی تھیلی میں! فرمایا: ”لے جائیے“ رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ اس سے بڑھا پا

عبادات
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ وقت عبادت اور یاد الہی میں صرف ہوتا تھا۔ نماز سب سے زیادہ محبوب تھی۔ ہر نماز تازہ وضو سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ فرض نماز مسجد میں ادا فرماتے تھے اور سنت نفل گھر سے پڑھتے تھے اور اسی طریقے کو پسند فرماتے تھے، نماز وقت پر اور جماعت سے ادا فرمانے کے لئے خود بھی مستعد رہتے تھے، اور دوسروں کو بھی تاکید فرماتے تھے۔ آپ کی ہر عبادت پورے انتہاک اور حضور قلب کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔ ہر نماز کی امامت آپ خود ہی فرمایا کرتے تھے، صفوں کو سیدھا اور درست فرماتے، سب پہ ایک نظر ڈالتے، اس کے بعد نماز شروع فرماتے تھے۔ نماز ختم کرنے کے بعد تھوڑی دیر مصلے پر رونق افروز رہتے اور نمازیوں کی طرف منہ کر لیا کرتے اور بخاری سے استفادہ کیا گیا ہے۔

تھے۔ فجر کی نماز کے بعد لوگوں سے باتیں کرتے اور ان کی خیریت دریافت فرمایا کرتے تھے۔ نماز میں قرأت متوسط آواز کے ساتھ ظہر ظہر کر فرمایا کرتے تھے۔ فجر کی نماز میں ذرا طویل قرأت فرماتے تھے، کبھی سورہ ق اور کبھی ولیل اذانتی پڑھتے تھے۔ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں حل اتا تلاوت فرماتے تھے۔ ظہر اور عصر کے فرضوں میں آپ لمبی سورتیں نہیں پڑھتے تھے۔ مغرب کی نماز میں سورہ مرسلات اور سورہ طور پڑھا کرتے تھے۔ کبھی سورہ کافرون اور قل ھول اللہ احد بھی پڑھتے تھے۔ عشاء کی نماز میں لمبی سورتیں نماز میں قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت معاذ سے ارشاد فرمایا کہ لمبی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو تشویش میں مت ڈالو، گویا نماز کو ان کیلئے وجہ پریشانی نہ بناؤ۔ آپ نے فرمایا عشاء کی نماز میں والشمس والضحیٰ، ولیل، سج اسم پڑھنا چاہئے۔ ایک مرتبہ حالت سفر میں آپ نے کسی منزل پر سورہ فلق اور سورہ والناس تلاوت فرمائی۔ عشاء کی نماز کے بعد آرام فرماتے تھے۔ رات کو دو حصے گزرنے پر جاگ جاتے تھے اور تہجد کی نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔ کبھی تمام رات عبادت میں گزر جاتی تھی، کبھی اتنا طویل قیام فرماتے تھے کہ پیروں پر درم ہو جایا کرتا تھا۔ (اس مضمون میں معمولات نبوی کی ترتیب و تالیف کے لئے ترمذی، مشکوٰۃ، مسلم اور بخاری سے استفادہ کیا گیا ہے۔)

تحریر: حافظ عبدالقہیم

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابی رسول حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی اور خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں اور رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ بھی ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بی انتہا خاطر تو اصرار کیا کرتے تھے۔ آپ انتہا درجہ کی صابریہ اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دل ایسا سرسبز شاداب جہاں شرک کے مسموم جھونکے اثر انداز نہیں ہو سکتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ تعلیمات نے ان کے دل کو ایسا مجلی کر دیا تھا کہ صرف اللہ ہی کا خوف دل میں گھر کئے ہوئے تھا، ساری کائنات سے نڈر اور بے خوف تھیں۔ اسلام سے محبت کا یہ عالم کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اسلام کی دولت سے مالا مال نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا اور کہا:

”میں تو خدائے واحد اور سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان الائی ہوں اور تم لکڑی اور پتھر کے بتوں کو پوجتے ہو، میرا

تمہارا جوڑ کیسے ہو سکتا ہے؟“

یہ باتیں کچھ ایسے دلنشین انداز میں کہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے دل کی کائنات ہی بدل گئی انہوں نے کہا کہ مجھ پر حق واضح ہو گیا اور اب میں تمہارا دین قبول کرتا ہوں۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی مالی حالت اس وقت بہت معمولی تھی لیکن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے اسلام لانے کی اس قدر خوشی ہوئی کہ بے ساختہ کہا کہ ”میں تم سے نکاح کر لیتی ہوں۔“

سوائے اسلام کے کوئی مہر نہیں لیتے، نکاح ہو گیا، میاں بیوی تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا رہتے ہوئے زندگی بسر کرنے لگے، پھر اللہ تعالیٰ نے گلشن حیات میں ایک پھول کھلادیا، اس موہنی صورت بچے کا نام نامی والدین نے انس تجویز فرمایا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لے جاتے ہیں، دن گزر گیا شام ہوئی جارہی ہے، سورج زور افق میں جا پہنچا اندھیرا

آہستہ آہستہ اجالے پر غالب آ رہا ہے، ایک چھوٹے سے گھر میں ایک باوقار خاتون جس کے چہرے پر پاکیزگی و وفا شعارگی اور سکون کی روشنی ہے، اپنے شوہر کے انتظار میں ہے، شوہر اپنے ساتھ مجلس نبوی سے ایک مہمان لئے ہوئے اس سادگی سے گھر میں داخل ہوتے ہیں اور بیوی سے پوچھتے ہیں کہ:

کھانے کے لئے کچھ ہے؟

بیوی جواب دیتی ہے بچوں کے کئے تھوڑا سا کھانا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔

شوہر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بچوں کو کسی طرح سلا دو وہ سو جائیں گے ہم ان کا کھانا مہمان کے آگے رکھ دیں گے۔ اس صالح خاتون نے سکون سے اثبات میں سر ہلادیا، پھر ایسا ہی ہوا اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر بچوں اور میاں بیوی نے رات فاقہ میں گزار دی صبح ہوتے ہی موذن نے نوید سحر دی تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ کا چہرہ انور خوشی سے دمک رہا ہے اور زبان مبارک سے یہ آیت جاری و ساری ہوئی۔

ترجمہ: ”لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ ان پر گنہگار ہی ہو۔“

کائنات ارض و سماوی کا ذرہ ذرہ ایثار و قربانی کے پیکر جلیل القدر صحابی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی قسمت پر شک کرنے

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا شمار نہایت عظیم المرتب صحابیات میں یعنی "السابقون الاولون" انصار میں شمار ہوتا ہے۔ انہوں نے صبر و تحمل، ثابت قدمی، ایثار و قربانی کی ان مٹ درخشندہ مثالیں چھوڑی ہیں۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا دل محبت الہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور تھا۔

ایک دن فرط محبت و عقیدت میں آپ رضی اللہ عنہا کس نچے کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور فرمایا:

اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ میرا بیٹا انس ہے، میری آرزو ہے کہ یہ آپ کی خدمت کیا کرے، اس کو اپنے خادموں میں شمار کر لیں اور اس کے لئے دعا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبولیت کا شرف بخشا اور اس جذبہ اخلاق کی تحسین فرمائی۔

پھر ایک اور منظر ماننے آتا ہے، گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے، بنو ہوازن کے ماہر تیر انداز مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر رہے ہیں، مگر دیکھنے والے گواہ ہیں ایسے سخت معرکہ میں یہ جانباز بہادر خاتون حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ہاتھ میں تیز دھار دار خنجر لئے ہوئے اعلیٰ حوصلگی سے شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے کے لئے کھڑی ہے، حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے

پوچھا ام سلیم! خنجر سے کیا کرو گی؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مشرک آپ کے قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تبسم فرمایا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اپنی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو غزوہ احد میں دیکھا کہ دونوں اپنے اپنے پائے اٹھائے ہوئے اور دونوں اپنی پیٹھ پر پانی کی مشک لاد کر لاری ہی تھیں اور پیاسے مسلمانوں کو پانی پلانے میں مصروف تھیں اور پھر واپس جانا اور پانی لانا یہ ان کا معمول تھا۔ (حدیث شریف)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا انتہار درجہ کی صابریہ اور حوصلہ مند خاتون تھیں ان کا ایک بیٹا بیمار ہوا اور کچھ ہی دن میں وہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت گھر پر نہیں تھے، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کی وفات پر انتہائی صبر و استقلال کے ساتھ کام لیا اپنے گھر والوں کو منع کر دیا کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر مت سنانا۔ رات کو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور پوچھا کہ بچہ کیسا ہے کہنے لگی کہ آرام سے ہے (اور یہ جھوٹ بھی نہیں ہے، اس لئے کہ مسلمان کے لئے اس سے بڑا اور کیا آرام ہوگا کہ اپنے اصلی ٹھکانہ پر چلا جائے) اس کے بعد اطمینان سے کھانا کھایا اور بستر پر لیٹے، جب ساری باتوں سے فارغ ہو چکے اور سفر کی تھکن اور پریشانی دور ہو گئی تو خاوند

سے کہا کہ اگر کوئی چیز مستعار دی جائے اور پھر واپس لے لی جائے تو کیا اس کا واپس لیا جانا ناگوار گزرے گا یا انکار کرنے کا کچھ حق حاصل ہے؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہرگز نہیں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بولیں، ہمارا الزکا جو اللہ کی امانت تھا، اس نے واپس لے لیا، اب اس کی طرف سے صبر کرنا چاہئے، پیکر صبر و استقامت حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ سارا قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی خدا کی قدرت اس رات حمل رہ گیا اور حضرت عبد اللہ کی ولادت ہوئی اور یہ عبد اللہ بہت بڑے عالم ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر یہ ہوا کہ ان کی نسل میں بہت بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔

صبر و تحمل اور تسلیم و رضا کے ایسے مظاہرے کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس جلیل القدر صحابیہ رضی اللہ عنہا کا درخشندہ اور تابندہ کردار مسلمان عورتوں کے لئے تا ابد مشعل راہ بنا رہے گا۔ اسی غرض سے ان کی حیات کے یہ چند نقوش پیش کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ آج کی ہر خاتون کو ان صحابیات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(آمین ثم آمین)



تحریر: حافظ عبدالشکور
بحیثیت انسان کامل

آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار گرامی کی سعادت حاصل ہونا قابل فخر اور لائق مبارک باد ہی نہیں باعث برکت اور ذریعہ نجات بھی ہے۔

آپ اپنے قلم سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور لفظوں کے گلاب، محبت کی سوغات نچھاور کیجئے، اور پیکر جمال کی عقیدت میں معطر اور عشق میں ڈوبے ہوئے پھولوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیجئے، آپ خاصہ کائنات کی یاد میں آنکھوں سے دارقلمی اور شگفتگی کے موتی لٹائیے، یہ سارے روپ، یہ سارے اسلوب، اس محبوب ازلی کی محبت کا صدقہ ہیں۔

اہل قلم حضرات صدیوں سے اپنے اپنے رنگ اور اپنے اپنے انداز میں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ جمال میں عقیدت کے نذرانے پیش کرتے آئے ہیں، میں سوچ رہا تھا کہ اس محبوب خالق مرجع، خلاق عظیم پیغمبر انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کاملہ کے بیان میں کیسے لکھنا شروع کروں۔

اس داستان جذب و شوق اور محبت کو کہاں سے شروع کروں دفعتاً مجھے عالم اسلام کے ایک مفکر کے الفاظ یاد آئے کہ:

لمتاہو۔

جس انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار کمال کے لئے نوک قلم رطب لسان ہے۔ تاریخ انسانی کی کامل چودہ صدیاں اس پر گزر چکی ہیں اور یقیناً کوئی انسانی ہستی اس ذات گرامی کے سوا ایسی نہیں گزری، جس کے تمام گوشہ ہائے زندگی کا عقل انسان نے اس قدر سراغ لگایا ہو، جس قدر عظیم الشان ہستی کے بارے میں لگایا جا رہا ہے، مگر اس کے باوجود اب تک کسی مفکر، کسی محقق کو یہ دعویٰ نہیں کہ اس نے اس ذات اقدس کی صفات کی داستان حیات کو مکمل طور پر بیان کر لیا ہے، جس طرح سمندر کی موجوں کو کوزے میں، دریا کی لہروں کو قطرے میں جمع نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح سیرت طیبہ کو ایک نشست میں، تمام وکمال بیان کرنا قطعی ناممکن ہے بلکہ ان کے دربار میں تو زبان و قلم، حرف و عجز کا اظہار یوں کر سکتے ہیں کہ:

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

ہم تو اس نبی کے امتی ہیں، تو اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کے دیوانے ہیں، اس لئے قلوب و جاں سے انہیں رہبر و رہنما تسلیم کرتے ہیں، لیکن فضیلت تو وہ ہے جس کے سامنے مخالف بھی سر جھکانے پر مجبور ہو جائیں۔ اس انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے گلستان سیرت کی رنگارنگ اور تنوع کے سامنے مشرق کے غیر مسلم بھی دم بخود ہو کر اعتراف حقیقت کرتے نظر آتے

بقول سید سلمان ندوی اس انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کی مختلف جہتیں ملاحظہ فرمائیں:

”وہ شہنشاہ ایسا کہ پوری کائنات اس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود کو بھی خدا کے قبضے میں جانتا ہو، وہ غنی ایسا کہ فتوحات کے زمانے میں اونٹوں پر لدے ہوئے نزلانے جوق در جوق آرہے ہوں اور ان کے گھر میں محتاجی کا یہ عالم ہے کہ چولہا تک نہ جلتا ہو، کئی کئی وقت اس پر فاقے گزر جاتے ہوں، وہ بہادر ایسا کہ مٹھی بھر جاں نثار لے کر ہزاروں کی تعداد میں بھر پور مسلح فوجوں سے ٹکر جائے اور صلح جو ایسا کہ ہزاروں جاں نثاروں کی ہمرکابی کے باوجود صلح کے لئے تیار کھڑا ہو اور نرم دل ایسا کہ اس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو وہ بالکل ایسا کہ کائنات کے ذرے ذرے کی اس کو فکر غریبوں، مغسوں کو اس کی فکر، یواؤں اور قییموں کی اس کو فکر خدا سے بھٹکی دنیا کے سدھار کی اس کو فکر اور اس قدر کہ خود خدا بھی کہہ اٹھے:

قل لعلک باخع نفسك۔

اس انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار اکمل کی کون کون سی صفت بیان کی جائے، ابھی تک ہم نے انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی کاملیت اور جامعیت کے اس پہلو کا تذکرہ کیا کہ ان کی زندگی ہر طرح کے انسانوں کی رہنمائی کے

لئے نمونہ کمال مہیا کرتی ہے۔ ایک فرد اور ایک انسان کی انفرادی زندگی کی جزئیات اور تفصیلات کے حوالے سے بھی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انسان کامل کی زندگی قرار پائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخ کے ہر دور میں اور اہل علم کے ہر گروہ نے اہل فکر و نظر نے اس لئے بھی انسان کامل جانا ہے۔

جو کسی فرد واحد کا دستور حیات نہیں، بلکہ کائنات کے لئے ایک مکمل نظام زندگی ہے، اسی حد تک انسانی زندگی آج خاک نشیں انسان چاند اور اس سے آگے کی دنیاؤں پر کند ڈال رہا ہے اور نامعلوم کہ مستقبل میں انسان کے ہاتھ کس کس دنیا تک پہنچ جائیں؟ وہ کہیں بھی پہنچے اس کی تمدنی زندگی کے گوشے کتنے ہی پھیل جائیں اور پھیل کر زمین و آسمان شمس و قمر فضا و خلا سب ہی کو ڈھانپ لیں پھر بھی انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ زندگی کے

ہر گوشے میں اس کی رہنمائی کرتی رہے گی اور انسانیت کو سکون و اطمینان علم و حکمت کے لئے اسی سرچشمہ ہدایت کی طرف لوٹنا ہوگا۔ اس لئے اقبال نے کہا:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب کند آگینہ رنگ تیرے محیط میں حساب در دو غم رنج و الم اور ذلت و رسوائی کی دلدل میں بہنسی ہوئی ملت اسلامیہ اور تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑی انسانیت کو اس انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے سے ہی سکون و طمانیت اور بقا ارتقا کی دولت میسر آسکتی ہے۔

جیسا کہ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تھکی ہی فکر رسا اور مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا ہے او مدح باقی ہے
ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے

ہمیں ایک بار

خدمت

کا موقع ضرور دیں

کاغذ کی دنیا میں مشہور ترین نام

پاپر پیپر

پیپر گرافٹ دفتی
بائسٹنگ کلاتھ

ناظمہ پلازہ، نیو بلڈنگ، دوکان نمبر ۱۸۔ گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۰۰۴۶ (۰) ۲۲۵۹۳۳

مولانا محمد عاشق الہی بلند شہری

مشابہت اغیار پر ہم کیوں مجبور ہیں؟

شامل حال ہو جائے وہ تکلیفیں جھیلتا ہوا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور دشمن دوست بننے چلے جاتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد مسلمانوں کو اپنی حالت زار پر غور کرنے کی دعوت دینے کے لئے یہ سطر لکھ رہا ہوں۔

اسلام کے دعوے دار قرآن حکیم کی تعلیمات اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے غافل ہو کر اہل دنیا کی تقلید میں لگ گئے اور جیسا رواج دیکھا اسی کے مطابق چلنے لگے ہیں۔

ہندستان میں ہندو رہتے ہیں ان میں مرنے جینے بیاہ شادی سے متعلق بہت سی رسمیں معروف تھیں۔ ہندوستان کے باشندوں نے بظاہر اسلام تو قبول کر لیا لیکن ہندوانہ رسمیں نہیں چھوڑیں، شادیوں میں گانا بجانا، بارات چڑھانا، دولہا کو سہرا باندھنا یا کاری کے لئے دعوتیں کرنا، قرض لے لے کر شادی میں لگانا اور اس سلسلے میں سود پر قرضے لینا، بیٹی کو رخصت کرتے وقت رنگ رلیاں کرنا، سرال والوں پر رنگ چھڑکنا وغیرہ وغیرہ اور اسی طرح کی بہت سی

خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو عرب و عجم میں ہر طرف شرک ہی شرک تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت محنت کی مشرکین نے اسلام قبول کیا وہ موحد بن کر آپ کے ساتھ دعوت توحید میں شریک ہو گئے۔ شرک کے علاوہ انسانوں میں بری عادات اور بڑی بڑی خرافات مروج تھیں، سود خوری عام تھی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، زنا کاری کے اڈے معروف و مشہور تھے زنا کار عورتوں نے اپنے مکانوں پر جو ان کی زنا کاری کی دکانیں تھیں جھنڈے لگا رکھے تھے جیسے کہ سنن ابوداؤد میں انکحہ الجاہلیہ میں مذکور ہے۔ دنیا ظلم و ستم سے بھری ہوئی تھی، ان حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین توحید پھیلانے اور اعمال صالحہ کرنے اور اعمالیہ چھڑانے کے لئے جو محنت کی اہل بصیرت اور آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے اس سے پوری طرح واقف ہیں در حقیقت رواج کو توڑنا اور رواج کے خلاف آواز اٹھانا بہت سخت مرحلے کی بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد جس کے

خرافات جو ہندوں میں تھیں مسلمانوں نے بھی اپنائیں، ہزار سمجھایا جاتا ہے کہ یہ چیزیں خلاف شریعت ہیں لیکن ان سے چپے رہتے ہیں اور ان کے چھوڑنے میں سخت محسوس کرتے ہیں، دیکھو کیسی بھونڈی بات ہے نام اسلام کا اور کام کافروں کے، جن علمائے کرام نے مسلمانوں کو متنبہ کیا اور بتایا کہ یہ کافروں اور مشرکوں کی رسمیں ہیں تو ان کے دشمن ہو گئے اور انہیں برے برے القاب سے یاد کرنا شروع کیا اور خلاف شرع رسموں اور بدعتوں پر جھرے، کروڑوں کی آبادی میں سے جو خاندان علم و عمل سے آراستہ ہو گئے اور حضرات علمائے کرام کی نصیحتیں مان گئے ان کے علاوہ سب ہی رسموں اور بدعتوں میں مبتلا ہیں، یہ مشرکانہ رسمیں بیاہ شادی میں بھی ہیں اور مرنے جینے میں بھی ہیں۔

انگریز ہندوستان میں آئے ان کی لمبی حکومت رہی مسلمان ان کی اتباع کرنے لگے ان کی دیکھا دیکھی داڑھیاں موٹ لیں، فرنگی لباس پہن لیا، ٹخنوں سے نیچے پاچاے اور پتلونیں پہننے لگے، انگریزوں ہی کے قانون کو اصل مان لیا انہوں نے قانون جاری کیا کہ مرنے والے کے مال میں بیٹیوں کا کوئی حصہ نہیں، مسلمان صاحبان راضی ہو گئے خوش ہو گئے کہ بہنوں کو دینا نہیں پڑے گا قرآن کا حکم تو للذکر مثل حظ لائتھین ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

لیکن دنیا سے چھیننے والوں نے قرآن کے قانون کو نہیں مانا کافروں کے قانون کو سینے سے لگایا۔

انگریزوں نے بینک بنائے ان میں پیسے رکھنے والوں کے لئے سود دینے کا قانون نکالا مسلمان صاحبان بھی سمجھ گئے۔ بینکوں سے سود لیا خوب اڑایا اور کھایا قرآن وحدیث میں جو سود کے بارے میں وعیدیں آئی ہیں ان کو بھی ہضم کر گئے۔ بیسے کا طریقہ جاری کیا گیا جو جوئے اور سود دونوں پر مشتمل ہے اس کو بھی زندگی کا جز بنالیا تجارتوں میں نہ حلال دیکھا نہ حرام صرف اور صرف یہی ایک جذبہ کام کرتا رہا کہ زیادہ سے زیادہ مال آجائے، تجوریاں بھر جاویں سیٹھ جی کہلانے لگیں۔ مسلمان صاحبان ایشیا چھوڑ چھوڑ کر یورپ امریکہ جا کر آباد ہونے لگے وہاں مردوں عورتوں بچوں کا ننگا پہناوا دیکھا تو خود اسے اختیار کر لیا دیکھا کہ یہاں شراب پینا عام ہے تو شرابی بن گئے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو اسلامی تعلیم سے محروم کر دیا یہ ڈھنگ ہیں مسلمانیت کا دعویٰ کرنے والوں کے۔

مسلمان کی شان یہ نہیں کہ گناہوں میں لت پت ہو جائے دشمنان دین کا لباس وضع قطع اختیار کرے شادی بیاہ میں شرکین کی اتباع کرے تجارتوں میں اور مال حاصل کرنے میں آزاد ہو مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر اپنی دنیا کے رواج

کو پلٹ دے دنیا اور اہل دنیا پر غالب آجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ سے کتنا مقابلہ کیا کیسی مصیبتیں جھیلیں بلا آخر شرکین نے زک اٹھائے شرک چھوڑا مسلمان ہوئے تین سو ساٹھ بت جو کعبہ شریف میں رکھے ہوئے تھے ان کو توڑا گیا شرکین نے جب دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور آپ کو دعوت تبلیغ کی محنت سے نہیں روکا جاسکتا تو کہنے لگے آؤ مل جل کر چلیں ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں ان کی تردید میں سورہ قتل بنا یاہا الکافرون نازل ہوئی جس میں صاف بتا دیا کہ ہم تمہارے معبودوں کی عبادت نہیں کر سکتے۔ سورہ نون والقلم میں ان کی اس بات کو آیت کریمہ۔ ووالو تدهن فی دہنوں میں بیان فرمایا ہے۔

ایمان اور کفر کا کہاں جوڑ لگ سکتا ہے اگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کافروں کی بات میں آجاتے اور اپنی دعوت میں ڈھیلے پڑ جاتے تو ایمان کیسے پھیلتا تو حید کی دعوت آگے کیسے بڑھتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی بھی دعوت دی احکام بھی بتائے زندگی گزارنے کے طریقے بھی سمجھائے وضع قطع، بودوباش، رہن سہن، کسب مال اور تربیت اولاد اور دیگر تمام امور کے احکام

بتائے ہر مسلمان ان ہی کا پابند ہے یہ کیسا مسلمان ہے کہ کافروں کو جیسا دیکھا ان ہی رنگ میں رنگ گئے۔ ان ہی جیسے معیشت، معاشرت اختیار کر لی مسلمان کا تو یہ کام ہے کہ دنیا کے رخ پلٹ دے اصحاب کفر کو نچا دکھادے فاسق قوم کو واپس لائے اور صلاح وفلاح کے راستے پر لگا دے۔

دنیا میں جب تصویروں کا رواج چلا تو مسلمانوں نے بھی تصویریں کھینچوانی شروع کر دیں، دکانوں میں لٹکالیں، گھروں میں لگالیں، مورتیوں سے گاڑیوں کو سجایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو بھول گئے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو یا کتا ہو یا کوئی ایسا شخص ہو جس پر غسل فرض ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور سود گودنے والی پر لعنت گدوانے پر اور تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

آج کل روشن خیال لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو پرانے علماء کو اور جوان کے پیرو ہیں انہیں قدامت پرستی کا طعنہ دیتے ہیں اور نئی ایجادات میں سے جس چیز کو مناسب جانتے ہیں اس کے لئے دلائل نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کسی روایت میں تاویل کر سکتے ہیں اس کی تاویل کر دیتے ہیں اگر چہ ان کی تاویل کو غلط قرار دینے والی دوسری احادیث صحیحہ صریحہ موجود ہیں اور

عجیب بات یہ ہے کہ نماز روزہ زکوٰۃ کے مسائل ان ہی قدامت پرستوں سے پوچھتے ہیں جنہیں قدامت پرستی کا طعنہ دیتے ہیں یہ اتباع ہوئی ہے۔ اتباع حدی (ہدایت) نہیں ہے تمام آیات و تمام احادیث کو سامنے رکھ کر کسی حکم اور فیصلہ شرعی تک پہنچا جاتا ہے فقہا سابقین کا یہی طریقہ تھا۔

جاہل مجتہدین کا یہ بھی کہنا ہے کہ کیمرے سے جو فوٹو لیا جاتا ہے یہ تو سایہ ہے جیسے آئینے میں تصویر آتی ہے یا چلتے چلتے سایہ نظر آتا ہے یہ بھی اسی قسم کا سایہ ہے ان لوگوں کا یہ قیاس اتقانہ ہے آئینہ اور دھوپ کا سایہ تو چلا جاتا ہے کیمرے میں جو پہلے سایہ آتا ہے اسے مشین کے ذریعہ محفوظ کر لیا جاتا پھر دونوں ایک طرح کے کیسے ہوئے اور قیاس کیسے جائز ہوا؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آج کل فوٹو کھینچوانا ضرورت کی چیز ہو گئی ہے شناختی کارڈ کیلئے پاسپورٹ میں لگانے کیلئے اور بعض دیگر ضرورتوں کیلئے کھینچوانی جاتی ہے۔

پہلی گزارش تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو لازم تھا کہ اپنے دین پر قائم رہتے اور کہتے کہ ہم تصویر نہیں کھینچوائیں گے نہ فوٹو کھینچواتے، نہ کھینچنے والے بننے، صاف کہہ دیتے ہمارے دین کے خلاف ہے اگر ایسا کرتے تو دوسری حکومتیں بھی مجبور ہوتیں اور بغیر فوٹو کے پاسپورٹ قبول کرتیں دیکھو! کچھ ڈاڑھیاں رکھتے ہیں انکے سروں پر بال بھی ہوتے ہیں اور دونوں چیزیں جن صورت

کے خلاف ہوتی ہیں اس سب کے باوجود وہ بڑے بڑے عہدوں پر ہیں۔ ہندوستان کا ایک صدر سکھ رہ چکا ہے اگر مسلمان اپنے دین پر ثابت قدم رہیں تو ان کیلئے اسانی کی راہیں نہ نکلتیں۔ سکھوں کو کوئی ڈاڑھی موٹھنے کو نہیں کہتا اور مسلمان صاحبان ہیں کہ غیر مسلموں کو راضی کرنے کیلئے دن میں دو مرتبہ ڈاڑھی موٹھتے ہیں۔

دشمنان اسلام نے ڈاڑھی موٹھنے کا سلسلہ شروع کیا تو مسلمانوں کا دعویٰ کرنے والوں نے اس کو بھی اپنالیا اور اپنی زندگی کو اس کا مشغلہ بنا لیا، صبح کو شیونگ، شام کو شیونگ، دفتروں میں ڈاڑھی موٹھنے بغیر نہیں جاسکتے، دکانوں میں ڈاڑھی منڈوائے بغیر چہرہ لے کر نہیں جاسکتے اور بازاروں میں ڈاڑھی موٹھی ہوئی لے کر نہ جائیں تو خفت محسوس ہوتی ہے کہ دشمنان اسلام بری نظر سے دیکھیں گے اور دقیا نوسی ہونے کا طعنہ دیں گے۔ ارے خدا کے بندو! کافروں اور فاسقوں سے شرما گئے ان کو راضی رکھنے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ناگوار لگنے لگی کیا یہ ایمانی تقاضوں کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ یوں سمجھتے ہیں کہ ڈاڑھی ہی نہ موڈھیں گے تو دنیا میں عزت سے کیسے جنیں گے؟ ارے جاہلو! عزت وہ ہے جو موت کے بعد حاصل ہو، سورۃ النساء میں فرمایا ایبتغون عندہم العزۃ فان العزۃ لله جمیعاً (کیا کافروں کے پاس عزت چاہتے ہیں؟ سو

عزت ساری اللہ کے لئے ہے) اور یہ بات بھی غلط ہے کہ ڈاڑھی نہ موٹھیں گے تو عزت کے ساتھ کیسے جنیں گے؟ دیکھو سکھ بھی ڈاڑھی رکھتے ہیں یورپ اور ایشیا میں پھیلے ہوئے ہیں ایک سکھ ہندوستان کا صدر بھی رہ چکا ہے۔ وہ تو اپنی ڈاڑھیاں رکھنے اور بڑھانے میں خفت محسوس نہیں کرتے، مسلمانوں کو کیا مصیبت ہے کہ شیطان کی بات مانیں اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کو اپنے لئے بے عزتی سمجھیں۔

ایک اور بات بھی تجربہ کاروں نے بتائی ہے کہ نصاریٰ جو خود اپنی ڈاڑھی موٹھتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل و صورت کے علاوہ دوسری صورت اختیار کرتے ہیں وہ خود نماز والے اور ڈاڑھی والے مسلمانوں کی دل سے عزت کرتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ اپنے دین میں کپے ہیں تعجب ہے ان لوگوں پر جو اپنے ملکوں میں ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں پھر جب یورپ امریکا کے سفر کا ارادہ کرتے ہیں تو ڈاڑھی موٹھنے بغیر جہاز میں نہیں بیٹھتے، اسی طرح بہت سی عورتوں کا یہ طور طریق سننے میں آیا ہے کہ ایشین ممالک میں برقعہ پہنے رہتی ہیں اور جب یورپ جانے کے لئے جہاز میں بیٹھتی ہیں تو برقعہ اتار کر تھیلے میں رکھ لیتی ہیں مسلمان نام کے لوگوں نے مخلوق کو راضی کرنے کیلئے کیسی گناہ گاری کی زندگی اختیار کر رکھی ہے۔

ارے مسلمان کے دعویٰ دار اتو تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے تجھے تو ایمان اور ایمانیاں ہی میں عزت معلوم ہونی چاہئے تو کیوں کافروں کی اتباع کرتا ہے ایمانی اعمال تجھے کیوں پسند نہیں ہیں دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔ مرنا بھی ہے قبر بھی در پیش ہے آخرت میں بھی پیشی ہونی ہے واڑھی موٹنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے دعویٰ دار یورپین لباس پہن کر ہی فخر کرتے ہیں۔ تو سید صاحب اور صدیقی، فاروقی، عثمان اور رضوی علوی کاظمی، لیکن انہیں ان اکابر سے کچھ بھی نسبت نہیں جن سے اپنے نسب کا جواز لگاتے ہیں۔

یہ سید صاحب ہے ٹائی لگی ہے پتلون کسی ہوئی ہے ٹخنوں سے نیچے لنگی ہوئی ہے اور اپنے نام کے ساتھ سید اور ہاشمی لگائے بغیر نام نہیں بتاتے کیا یہ کافرانہ وضع قطع اور لباس اس نسبت پر ظلم نہیں ہے جس پر نام بتاتے وقت ضد کرتے ہیں بہت سے لوگ جنہیں دینداری کا گمان اور گھمنڈ ہے اور اپنے خیال میں دین کے داعی ہیں ایسے لوگ ماحول سے دبتے ہیں اور تھوڑی سی واڑھی رکھ لیتے ہیں اور اوپر سے یوں کہتے ہیں کہ اتنی واڑھی رکھنا کافی ہے جو چالیس قدم سے نظر آ جائے، یہ ان لوگوں کی گراہی کی بات ہے اور دین میں تحریف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اغوا لکنی (داڑھیوں کو خوب اچھی طرح بڑھاؤ) بعض روایات میں یہ لفظ ہیں ارخوا لکنی یعنی

داڑھیوں کو اچھی طرح چھوڑ دو۔ شمال ترمذی میں ہے آپ کی گھنی داڑھی تھی اور سینے کو بھردیتی تھی۔ بینک کا سود حلال کرنے کیلئے بعض جاہل دور کی کوڑی لاتے ہیں اور وہ یہ کہ بینک والے ہماری رقم سے کاروبار کرتے ہیں لہذا ہم شریک تجارت ہیں اور وہ ہم کو اس کا نفع دیتے ہیں، ان جہالت کے ماروں کو معلوم ہے کہ جب رقم جمع کرتے ہیں تو شرکت کی کوئی بات نہیں ہوتی اور نفع کی پرتیج پر رقم نہیں دی جاتی وہ تو رقم کی پرتیج پر دی جاتی ہے، بینک تجارت کرے نہ کرے نفع ہو نقصان ہو ہر حال میں رقم دیتا ہے اسی کا نام تو سود ہے، پھر آپ کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ بینک والوں نے کیا خرید کیا بیچا؟ شراب کی تجارت کر لی یا خنزیر کی؟ کیا شریک ایسے بے خبر کو کہتے ہیں؟ اور کیا آپ اس سے راضی ہیں کہ غیر اسلامی طریقوں پر تجارت کا نفع آپ کو مل جائے اور حرام مال کی خرید و فروخت سے آپ کی تجوری بھر جائے فاتقوا اللہ یا بیھا الالباب۔ لوگوں کو ایک غلط فہمی اور ہے کہ ہم مسلمان ہیں یعنی اسلام کی طرف نسبت رکھتے ہیں چونکہ ہمارا دین اسلام ہے اس لئے ہمیں اختیار ہے کہ جس طرح چاہیں اسلام کو بدل دیں اور جس طرح چاہیں نرم کر لیں اور جو چاہیں نسخ کر دیں اور جو چاہیں مسخ کر دیں، اپنا ہی دین تو ہے بدل لیا تو کیا ہے؟ یہ ان لوگوں کی جہالت حماقت

اور ضلالت ہے، دین تو اللہ تعالیٰ کا ہے اس نے اپنی کتاب قرآن مجید میں عقائد اور احکام بیان فرمائے ہیں اور مہبط وحی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بیان کرائے ہیں، جو شخص اسلام کا دم بھرے وہ تو کتاب و سنت کے احکام کا پابند ہے اللہ کے دین میں رد و بدل کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے جیسے یہود و نصاریٰ نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کا لایا ہوا دین بدل دیا اسلام کا نام لینے والے لٹخ اور زندیق ہی ان کے پیروکار بننا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے (آپ فرمادیتے کہ تم بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے رزق نازل فرمایا ہے سو تم نے اس میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام قرار دے دیا، آپ فرمادیتے کہ اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا اللہ پر افتراء کرتے ہو)۔

آیت کریمہ سے معلوم ہو گیا کہ تحریم و تحلیل کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک دنیا میں تشریف رکھتے تھے بعض احکام، آیات نازل ہونے کی وجہ سے یا آپ کے فرمانے سے منسوخ ہو جاتے تھے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد اب احکام منسوخ ہونے کا کوئی راستہ نہیں رہا ہم نے حق واضح کر دیا۔ لیھلک من ھلک عن بینة ویحی من حی عن بینة۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو محرفین اور لٹخین سے محفوظ رکھے۔

حافظ سعد شیخ، لاہور

عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

درد بھرا پیغام

الحمد للہ! ہم مسلمان ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا کامل ایمان ہے، عقیدہ ختم نبوت، مسلمان کی ایک بنیادی پہچان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو گیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے جانشین صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے مقدس مشن، دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کو جاری رکھا تاکہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ ہو جائے یہ محنت صحابہ کرام کے بعد تابعین و تبع تابعین اور بزرگان دین نے اپنی جانوں کو قربان کر کے ہم تک پہنچائی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے ناطے، اب ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اس شمع کو روشن رکھیں جس کے لئے ہمارے اسلاف نے اپنا خون دینے سے دریغ نہ کیا اس کی حفاظت کے لئے ہمیں زندگیاں راہ خدا میں وقف کرنی پڑیں، یا اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنا پڑیں۔ یہ ذمہ داری ہم پر اس لئے بھی عائد ہوتی ہے کہ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں، عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویدار ہیں، ہم نے یہ تو کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جان بھی قربان ہے، مگر جب

صورت و سیرت اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے پسند نہیں، یہ بھی تو عجیب عشق ہے، یہ نرالی محبت ہے! محبت کی وجہ سے احکام پر عمل ہوتا ہے محبت عمل کو پیدا کرتی ہے، دنیا میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں دو چیزوں کا آپس میں ایسا تعلق ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بڑھاتی ہیں، دو گھوڑے ساتھ دوڑ رہے ہوں تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر رفتار بڑھاتے جاتے ہیں، حرارت آگ کو پیدا کرتی ہے اور آگ حرارت کو۔

لیکن ہماری محبت، سب سے نرالی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعوے تو بہت ہیں مگر اس محبت کا کوئی سر پیر نہیں، گویا یہ لولی لنگڑی محبت ہے، اور حال یہ ہے کہ: نام پہ تیرے جان فدا ہو حکم نہ تیرا اک بھی ادا ہو افسوس! کہ آج مسلمانوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کا گروہ، مسلمانوں کے ساتھ ہی کھاتا پیتا ہے، ہمارا ہر عمل ہمارے ہر قول کے خلاف ہے، ہم زبان سے عشق مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دعوے کرتے ہیں اور علم؟ صفر ہے... صفر...! ہمارے عشق کا جنازہ یہاں تک نکل چکا ہے کہ ہم اور ہماری اولادیں "سر پاپا باغی" بن چکی ہیں۔ آؤ مسلمانو! سوچتے ہیں خوب سوچتے ہیں، عقل و فکر کے چراغ روشن کر کے سوچتے ہیں، دل و دماغ کی گہرائیوں میں اثر کر

سوچتے ہیں، کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے وہ روحانی باپ نہیں جن کے اشارے پر ہمارے جسمانی باپ قربان؟ کیا زواج النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری وہ روحانی مائیں نہیں، جنہیں ہماری جسمانی ماؤں سے زیادہ الفت و محبت ہے۔ کیا نبی پاک کا مقدس و مطہر خاندان ہمارے خاندانوں سے اعلیٰ و ارفع نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الکائنات کی عظیم بیٹی فاطمہ الزہراء سیدۃ النساء کا نکاح، انتہائی سادگی کے ساتھ ہو گیا، اور ہماری بیٹیاں کیا فاطمہ سے زیادہ اونچی ہیں؟ کہ اگر ان کا نکاح سادگی کے ساتھ ہوا تو ان کی توہین ہو جائے گی، برادری میں تاک کٹ جائے گی؟ کیوں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا الفت و محبت کا رشتہ کمزور پڑ چکا ہے، ہمارے قلوب میں عشق مصطفیٰ کا نور مدہم پڑ چکا ہے۔ ہم دعویٰ عشق میں سچے نہیں، نبی پاک کی عزت و ناموس اور حکم پر مر مٹنے کا جذبہ ہمارے دلوں سے نکل چکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ محبت بھرے تعلقات رکھنے والو! غیروں کی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والو! جب تم ان سے ملتے ہو تو گنبد خضرا میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھتا ہے۔

نبی علیہ السلام کا دل دکھانے والو! ہوش کرو کس مستی میں مدہوش ہو؟ کس غرور سے اڑتے ہو؟ کس گھمنڈ میں اترتے ہو؟ اگر زندگی کی آسائشوں میں مدہوش ہو، تو جان لو یہ زندگی کے چند روز، ساون کے

بادلوں کی طرح گزر جائیں گے اور اس کی آسائشیں موت کی پچکیوں اور قبر کی تاریکیوں سے بدلنے والی ہیں اگر ناز و نعم سے پلے ہوئے جسم پر غرور ہے تو یاد رکھو! ایک وقت آنے والا ہے، جب خدا کے فرشتے تمہارے جسموں کو جھوڑنے کے لئے آجائیں گے۔ جب زبان گنگ ہو جائے گی، جب سانس اکڑ جائے گی، جب گردن لڑھک جائے گی، جب موت کی پچکیاں بلند ہوں گی، آہ! یہ ناز و نعم سے پلا ہوا جسم بے جان پتھر کی طرح پڑا ہوگا۔

مسلمانو! پھر کس گھمنڈ میں اترتے ہو؟ اگر مال و دولت پر گھمنڈ ہے تو جان لو قیامت کا دن بھی آنے والا ہے، جس طرح شام کے بعد صبح کے آنے میں کوئی شبہ نہیں، اسی طرح قیامت کے آنے میں بھی کوئی تردد نہیں، اس روز تمہارے یار دوست، سب ساتھ چھوڑ جائیں گے، تمہاری اوااد تمہارے سائے سے بھاگے گی، تمہارے نوکر خدمتگار سب چھین لئے جائیں گے، اس روز تمہاری دولت، تمہیں رسوائی سے نہ بچا سکے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی سے نہ بچا سکے گی۔ آہ! اے دولت پر گھمنڈ کرنے والو! اس روز تو سوائے نیکی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کے کچھ کام نہ آئے گا، ہاں کچھ کام نہ آئے گا!!

ربیع الاول میں جوش محبت کو ابھارنے والو! اور باقی گیارہ ماہ مدہوش رہنے والو! ذرا سوچو اس روز جب قیامت قائم ہوگی، جب حشر کا میدان ہوگا، سورج انکارے اگل رہا

ہوگا، زمین پتے پتے ہوئے تانبے کی طرح ہوگی، گرمی کی ہولناکیاں ہوں گی، بھوک و پیاس کی شدت بری طرح تڑپا رہی ہوگی، زبانوں پر ایک ہی پکار ہوگی، یارب نفسی یارب نفسی!! پھر کس کے پاس جاؤ گے؟ اور رونا کسے سناؤ گے؟ اپنا دکھڑا کسے بیان کرو گے؟ ارے کچھ تو ہوش کرو صرف جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منالینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا نہیں ہو جاتا، محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے تو عمل پر ابھارنے کے متقاضی ہیں۔ خدارا! ہوش کے ناخن لو، خواب غفلت سے جاگ اٹھو، اور آج کے دن، یہ عہد کر لو کہ آج سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نافرمانی نہیں کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر دل و جان سے عمل کریں گے۔

حضور کے ایک ایک فرمان پر عمل کرنا سعادت عظمیٰ سمجھیں گے، انگریز کے ناپاک طرز حیات پر ہزاروں لعنت بھیج دیں گے، صرف ایک ہستی کو نمونہ بنائیں گے، صرف ایک ذات بابرکات کو آئیڈیل بنائیں گے، صرف ایک شخصیت سے محبت کریں گے، وہ عظیم ہستی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

آئیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور آپ کی اطاعت کی توفیق بخشے۔ (آمین) "صلی اللہ علیہ وسلم"

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی

انگلینڈ میں ایک نئے گاہکوں کے

جار ہا ہے۔
دوسرا نمبر اٹلی کا ہے۔ ۱۹۹۸ء میں ۶۶ اطالوی افراد نے اسلام قبول کیا۔
۱۹۹۹ء میں ۱۳۳ افراد اور ۲۰۰۰ء میں ۹۰ افراد اسلام لائے۔

روز افزوں ہیں، المغرب کی وزارت اوقاف کے سروے اور اعداد و شمار کے بموجب گزشتہ تین سالوں میں مغرب میں جوئیس سو (۲۳۰۰) افراد حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، تین سال کی مختصر مدت میں یہ رفتار بڑی خوش آئند اور امید افزا بھی ہے اور خوش کن و حوصلہ افزا بھی، ان نو مسلم افراد نے مخصوص کمیٹی کے سامنے اپنے اسلام کی تصدیق کی اور گواہوں نے ان کے بیان کی مکمل تصدیق و تائید بھی کی۔ سروے رپورٹ میں یہ ذکر بھی آیا ہے کہ مختلف ممالک میں اسلام کی طرف میلان و رجحان کا سلسلہ تیز تر ہو رہا ہے جن میں یورپی، امریکی، افریقی اور ایشیائی ممالک سر فہرست ہیں۔

نو مسلموں کی کثرت کے لحاظ سے ان ممالک میں سب سے پہلا نام فرانس کا ہے، اس کے بعد علی الترتیب اٹلی، جرمن، اسپین، بلجیک، ہالینڈ، امریکہ، سویسرا، برطانیہ اور روس کا ہے۔

۱۹۹۸ء میں ۲۳۵ فرانسیسی افراد نے مغرب میں اسلام قبول کیا۔ ۱۹۹۹ء میں مزید ۱۳۱۰ افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس لحاظ سے ہر سال تعداد میں اضافہ ہوتا

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آئے دن ہونے والے واقعات، پروپیگنڈوں، حملوں اور سازشوں کے پیش نظر عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ غالباً اسلام نئے زمانہ کے مسائل اور مشکلات کے حل اور ازالہ کی پوری صلاحیت نہیں رکھتا اور فی زمانہ اسلام پر مضبوطی سے جھے رہنے والے افراد عصری ترقیات اور انقلابات کا ساتھ نہیں دے سکتے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ خیال اس وقت بالکل غلط ہوا ثابت ہوتا ہے جب ہم اسلام کا دائرہ پھیلتا اور حیرت انگیز ترقی کرتا دیکھتے ہیں، آخر کیا وجہ ہے کہ اسلام دلوں میں گھر کرتا جا رہا ہے اور اس کے پیروکار بڑھتے ہی جا رہے ہیں؟ اگر اسلام مسائل کے حل کرنے میں ناکام ہوتا ہے تو پھر اس کا دائرہ بجائے پھیلنے کے سہما اور سکڑنا چاہئے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی فطرت میں قدرت نے چمک دی ہے اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ کے یہی وجہ ہے کہ تمام تر دشمنانہ سرگرمیوں، سازشوں اور پیہم حملوں کے باوجود دین اسلام کے حلقہ بگوش عالمی سطح پر

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آئے دن ہونے والے واقعات، پروپیگنڈوں، حملوں اور سازشوں کے پیش نظر عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ غالباً اسلام نئے زمانہ کے مسائل اور مشکلات کے حل اور ازالہ کی پوری صلاحیت نہیں رکھتا اور فی زمانہ اسلام پر مضبوطی سے جھے رہنے والے افراد عصری ترقیات اور انقلابات کا ساتھ نہیں دے سکتے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ خیال اس وقت بالکل غلط ہوا ثابت ہوتا ہے جب ہم اسلام کا دائرہ پھیلتا اور حیرت انگیز ترقی کرتا دیکھتے ہیں، آخر کیا وجہ ہے کہ اسلام دلوں میں گھر کرتا جا رہا ہے اور اس کے پیروکار بڑھتے ہی جا رہے ہیں؟ اگر اسلام مسائل کے حل کرنے میں ناکام ہوتا ہے تو پھر اس کا دائرہ بجائے پھیلنے کے سہما اور سکڑنا چاہئے۔

میدان میں مردوں پر فوقیت حاصل تھی۔
امام زہری لکھتے ہیں کہ:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم
وسیع تر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا سے ۲۲۱۰
روایات مروی ہیں، کسی حدیث کے معاملے
میں کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے رائے لی جاتی۔ حضرت
صفیہ رضی اللہ عنہا سے کوفہ کی عورتیں دینی
تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ حضرت ام سلمہ
رضی اللہ عنہا کی خادمہ ام الحسن رضی اللہ عنہا
باقاعدہ وعظ وتبلیغ کیا کرتی تھیں۔ سیدہ
فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی
اشاعت دین اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ
وسلم کے فروغ میں گزری۔ حضرت عمر
فاروق، حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ
عنہا کی پوری زندگی اشاعت دین او
رتعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ
میں گزری۔ حضرت عمر فاروق حضرت
فاطمہ بنت خطاب کی تلاوت سن کر مسلمان
ہوئے۔ سید عبدالقادر جیلانی نے اپنی والدہ
ماجدہ سے حق و صداقت سیکھی جس کی وجہ
سے لیرے بھی راہ راست پر آ گئے۔
حضرت امام ابوحنیفہ نے اپنی بیٹی کی ذہانت
اور علمی قابلیت سے متاثر ہو کر ابوحنیفہ کثرت
اختیار کی تھی۔ تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ
وسلم کی اشاعت میں مسلم خواتین کا عمل
موجودہ دور میں بھی جاری و ساری ہے۔
آج ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی نئی نسل کی صحیح
سمت میں رہنمائی کریں۔

لیموں

غذا اور دوا

لیموں حیاتین ج (وٹامن سی) سے بھرپور اللہ تعالیٰ کا انمول تحفہ ہے۔ قدرت نے
اس پھل کے چھلکے، قاشوں، رس اور بیج میں انسان کے لئے خون صاف کرنے والی غذا
اور شفا کے اثرات کوٹ کوٹ کر بھر دیئے ہیں۔

لیموں غذا کو زود ہضم بناتا ہے اور رکے ہوئے زہریلے مادوں کو جسم سے خارج کرتا
ہے۔ ہضم کے دوران یہ پھل غذا کی نالی، معدے اور آنتوں میں چسکی ہوئی فاسد
رطوبتوں کو باہر نکال دیتا ہے۔ اسی وجہ سے سنجھین کو معدے اور جگر کی کئی بیماریوں کا گھریلو
ستا علاج تصور کیا جاتا ہے۔ اس سے پیاس بجھنے کے علاوہ گلے میں جمی ہوئی بلغم فوراً
پتلی ہو کر نکلنا شروع ہو جاتی ہے۔ گرمی کے اثر سے زبان اور حلق میں جو کانٹے پڑ جاتے
ہیں، لیموں کے مفرح رس سے دوران خون تیز ہو کر وہاں خون کا سیال جمع ہو کر تسکین پیدا
کر دیتا ہے۔

لیموں مسوڑھوں کی صحت کے لئے انتہائی مفید ہے۔ دانتوں اور خون کی شریانوں
کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ تیز اور گرم بخاروں میں لیموں کی سنجھین بنا کر پینے سے بے
چینی دور اور بخار میں کمی ہو جاتی ہے۔

لیموں درد سر، بد ہضمی، مسوڑھوں کے ورم، دانتوں میں درد یا مسوڑھوں میں خون
آنے جگر کی تیز ابیت، مٹاپے کے لئے مفید ہے۔ مٹاپا دور کرنے کے لئے روز صبح نہار
منہ نیم گرم پانی میں بغیر نمک، شکر کے لیموں پینے سے افادہ ہوتا ہے، کیونکہ لیموں میں ابولزم
تیز کر کے چربی اور زہریلے فاسد مادوں کا اخراج کرتا ہے۔

لیموں کو اللہ تعالیٰ نے زہروں کے لئے تریاق صفت بنایا ہے۔ چہرے کو خوب
صورت بنانے کی خاصیت اللہ تعالیٰ نے لیموں میں رکھی ہے۔ چہرے اور بدن کے داغ،
دھبے، جھانیاں، آنکھوں کے حلقے، ہونٹوں کی سیاہی کیلئے نہایت موزوں ہے۔ اس کے
علاوہ سر اور بدن کی خشکی کیلئے بھی فائدہ مند ہے۔ جن لوگوں کے ہاتھ خصوصاً پاؤں
سر دیوں میں پھٹتے ہیں، متواتر لیموں کے استعمال سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

الغرض لیموں اللہ کی بیش بہا نعمت ہے۔ ہمیں اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔
قدرتی حیاتین "ج" سے بھری یہ مہربند بوتل جسم کی قوت مدافعت کو قوی رکھتی ہے۔

شورش کا شیری

یہ کوچہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے

پلکوں سے چل کے آ

اور نہ حشر تک کوئی خطہ اس سعادت
سے مشرف ہوگا۔ تیری آغوش میں ایک
انسان صلی اللہ علیہ وسلم سو رہا ہے جو اپنے
مولود سے ہجرت کر کے یہاں آیا۔ تو نے
اس کو پناہ دی، اس کی میزبانی کی، پھر وہ تیرا
ہی ہو گیا۔ تیری مٹی کو اس نے اپنے وجود
سے زندہ جاوید کر دیا۔ تیرا نام اسی کا ہو گیا۔
یہاں تک بالا کیا اور دوام بخشا کہ صدیوں
سے انسانوں کے قافلے صبح و شام تیری
طرف کھینچے چلے آتے ہیں۔

تیری فضاؤں میں قرن ہا قرن سے
درو و سلام کے موتی بکھر رہے ہیں۔

تیرے ہاں حاضر ہونا دنیا کی عظیم
سعادتوں میں سے ایک سعادت ہے، سب
سے بڑی سعادت۔ آج قریب جو وہ سو
برس ہوتے ہیں تیری کوئی ساعت، کوئی
ثانیہ کبھی درو و سلام سے خالی نہیں رہا۔

تیری گلیاں ہم ایسوں کے لئے مصری
کی ڈلیاں اور گلاب کی گلیاں ہیں۔

تیرے ذرے مہر و ماہ کو شرماتے اور
دل و نگاہ چمکاتے ہیں۔

تیری ہواؤں میں انفاں رسالت صلی
اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئیں بسی ہوئی ہیں۔

گنبد خضریٰ روبرو تھا..... گستاخ

اکھیاں کھٹے جا لڑیاں، جہاں کبھی ایوب
انصاری کا مکان تھا اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ناقہ میزبانی کا شرف بخشے کے
لئے بیٹھ گیا تھا۔ وہاں جنت البقیع کو جاتی
ہوئی سڑک پر سیارہ رک گیا۔ باب عمر، باب
عبدالمجید... اور باب عثمان کی سڑک پر قصر
النجاز ہوتی ہے۔ وہاں ہم دو کمرے لے کر
ٹھہر گئے۔ کوئی دس منٹ میں نہاد ہو کر
کپڑے بدلے، بالکونی سے جھانکا تو نگاہیں
گنبد خضریٰ سے ہم آغوش ہو گئیں۔ اس
وقت کبوتروں کی ٹکڑی نے ہالہ باندھ رکھا

تھا۔ آرام گاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں
کورنش بجالار ہے ہیں اور ہجرتی عرض کر
رہے تھے۔ مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ کیا واقعی
مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں؟ یا
خواب دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اپنے موجود
ہونے کا احساس ہو گیا۔

سلام ہو، اے مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
تو کائنات کے فخر و ناز کی پونجی ہے

تیری بنیادیں صبح قیامت تک قائم
دائم ہیں۔ تو نے وہ شرف حاصل کیا کہ جو کرۂ

ارضی کے کسی خطے کو حاصل نہیں۔

تو کتنا حلیم و کریم ہے ہم ایسوں کو بھی
حاضری کی سعادت بخشا ہے۔ تیری عزت
بے پایاں اور تیری عظمت بے کراں ہے۔ تو
وہ دریائے کرم ہے کہ ہر ذی روح تیرے
یہاں آ کر اپنی پیاس بجھاتا ہے۔ تو
آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے۔

اے کرہ ارضی کے سرتاج! اے
سرتاج الانبیاء کی آرام گاہ، ایک انسان کی
بدولت کروڑوں انسانوں کو زندگی بخشے
والے، اے کلام اللہ کے ۸۶۳۳۰ کلمات
اور تین لاکھ ۲۳ ہزار سات سو ساٹھ حروف
میں سے مدنی آیتوں کی جائے نزول، اے
آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدفن مبارک
جس کی ذات اقدس پر ۲۳ سال ۵ ماہ کے
عرصے میں ۶۶۶ آیتیں نازل ہوئیں، اے
رحمتوں اور فضیلتوں کے شہر، اے عظیم

انسانوں کے مامن، اے زبان و بیان کی
روح رواں، اے سپہ سالاروں کے دل کی
دھڑکن، اے انشاء پردازوں کے علو فکر،

اے شاعروں کے تخیل کی معراج، اے
خطیبوں کے ولولہ خطابت کی آبرو، اے
عالموں کے افکار کی آرزو، اے دانشوروں
کے علم و حکمت کی جستجو، اے اہل اللہ کے
آستانہ آخر، اے عابدوں کی جبین ناز، اے
زاہدوں کی محبت کے محور، اے جو دو سخا کے
مخزن، اے جمال دولت کے مسکن، اے
گناہ گاروں کی بخشش گاہ، اے بلدہ
رسالت پناہ، اے مرکز دل و نگاہ، اے انس
و ملک کی بوسہ گاہ، اے خطا کاروں کے خطا

تیرے ذرے مہر و ماہ کو شرماتے اور
دل و نگاہ چمکاتے ہیں۔

تیری ہواؤں میں انفاں رسالت صلی
اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئیں بسی ہوئی ہیں۔

تیری ہواؤں میں انفاں رسالت صلی
اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئیں بسی ہوئی ہیں۔

پوش، اے ہر عہد کے فضلاء کی منزل، اے عاشقان صادق کے تحمل..... ایک بیچ مداں اور بے سرو سامان کا سلام قبول کر۔

اے مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو مرکز انوار الہی ہے، تو نے سب عاقبتوں کی عاقبت اولیٰ کو دیکھا اور جاوداں ہو گیا۔ اللہ نے تجھے ہمیشگی بخشی ہے۔ فرشتے اللہ کے عرش سے تیرے فرش پر سلام و درود کے تحفے لاتے ہیں۔ تو نے اسلام کو رونق بخشی اور تاریخ کو عزت دی ہے۔ تو نے ادب کو درخشاں کیا، تو نے قلم کو توانائی، زبان کی رعنائی بیان کو زیبائی اور فکر کو گہرائی بخشی ہے۔ ہم تیرے اور تو ہمارا ہے۔ تیری صبحوں میں صحابہ کا سوز و رود کی بلا واسطہ حکایت کا گوہر مکتوں ہے۔ تو عرش سے نازک تر ہے۔ تیری آغوش میں نصف اسلام سو رہا ہے۔ تیری مٹی پاتاں تک مقدس ہے۔ تو سب سے بڑی تاریخ ہے۔ تیرے شمال میں احد ہے، جس نے بقول ابو الحسن علی ندوی لغت کو شجاعت کے لئے بے شمال الفاظ دئے ہیں..... وہ پہاڑ جو قیامت کے روز جنت میں اٹھایا جائے گا تیرے مشرق میں جنت البقیع ہے، جہاں وہ لوگ سو رہے ہیں جو ابد الابد تک زندہ ہیں۔ جن کے لئے

موت نہیں، جن سے موت بھاگتی رہی اور ہمیشہ کیلئے بھاگ گئی۔ جن کے چہروں کی غیرت نے عرش و فرش سے سلام لئے ہیں، جو صرف زندہ رہنے کے لئے پیدا کئے گئے، جن کا عقیدہ تھا کہ موت زندگی کی ابتدا ہے اور وہ مر کے زندگی کی ابتدا کر گئے۔ وہی زندگی تب سے اب تک رواں دواں ہے۔ سلام ہو اے مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم..... سلام ہو..... اے شہروں کے شہنشاہ! اے انسانوں کی امید گاہ!..... اے زیر فلک عالم پناہ! سلام ہو۔

خندہ زن تری ظلمت تھی دست موسیٰ پر

حضرت سعد الاسود بڑے کالے اور کم رو تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک نازک دل اور حسین سیرت عطا فرمائی تھی، لیکن حسن ظاہری سے محروم تھے۔ اتنے کالے تھے کہ نام کے ساتھ اسود (کلو) بڑ گیا تھا۔ اس کم روئی کی وجہ سے ان کی شادی نہیں ہوئی تھی ان کو بڑی تمنا تھی کہ ان کی بھی شادی ہو۔ ایک دن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے رنگ روپ کی وجہ سے کوئی میری شادی اپنی لڑکی سے کرنے کو تیار نہیں ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن وہب شقفی کی خوب صورت لڑکی سے ان کی شادی کروادی۔

ایسی نایاب دولت کو پا کر سعد پھولے نہ سماتے تھے۔ دلہن سے ملنے کا انتہائی اشتیاق تھا۔ دل میں پیار کا طوفان چھپائے بازار گئے کچھ تحائف خرید کر لائے جو پہلی ملاقات میں بیوی کی نذر کریں۔ یہ بازار میں تھے کہ ایک منادی کی آواز سنی یا خیل اللہ ارکبی وبالجنۃ البشر۔ اللہ کے شہ سوار! جہاد کے لئے سوار ہو جاؤ اور جنت کی خوش خبری سنو۔" اس اعلان کو سن کر سعد بڑی کشمکش میں مبتلا ہو گئے۔ ایک طرف سے عشق حقیقی پکار رہا تھا دوسری طرف عشق مجازی کی دعوت تھی۔ ایک طرف حسین دلہن سے ملنے کا اشتیاق تھا دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حفاظت کا تقاضہ تھا۔ آخر اللہ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب آئی۔ جو پیسے دلہن کے لئے تحفے خریدنے کے لئے تھے ان سے عمامہ، تلوار، نیزہ اور گھوڑا خرید کر میدان کارزار میں جا پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدافعت میں سردھڑکی بازی لگادی میدان میں گھوڑا دوڑاتے پھرتے تھے جب گھوڑا تھک گیا تو آستین چڑھا کر پیدل ہی دشمن کے مقابلہ پر ڈٹ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سیاہ ہاتھ دیکھے تو پہچان کر آواز دی "سعد! ادھر آؤ" مگر یہ شوق شہادت کے نشے میں سرشار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں سرنچھا ور کرنے کو تیار، ایسے منہمک تھے کہ انہیں کچھ خبر نہیں ہوئی۔ آخر اسی طرح جنگ کرتے ہوئے دل میں عشق و محبت کا طوفان لئے شہید ہو گئے۔ (اسد الغابہ، جلد اول)

مشاق احمد خاں

بی بی جی

انسان کی زندگی میں اس کے ماں باپ ایک شجر سایہ دار کے مانند ہوتے ہیں جو کشمکش حیات کی چلچلاتی دھوپ اور تمازت میں اسے پناہ دیتے ہیں۔ اور ماں کے قدموں تلے تو جنت ہوتی ہے۔ وہ اپنی اور لاڈ کو اپنے خون جگر سے پالتی ہے اور اپنی بے لوث محبت، ایثار، رات دن کی مشقت اور خون پسینہ ایک کر کے پروان چڑھاتی ہے اور خیالی جنت کے تصور کو اپنی مامتا سے حقیقت کا لبادہ پہناتی ہے۔

یوں تو اپنی اولاد کی لئے ہر ماں ایک عظیم ہستی ہوتی ہے لیکن اس عظمت کے دعوے کی صداقت چند ایک اصولوں کی پابندی کی محتاج ہوتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت اور دیکھ بھال احسن طریقے سے یہ سمجھ کر کرے کہ وہ ایک انسان کی تعمیر کا فرض انجام دے رہی ہے اور اس عمل میں کوئی اور مصروفیت یا تن آسانی کو رکاوٹ نہ بننے دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ اس کی اخلاقی تربیت میں احکامات الہی اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو ذہن میں رکھے کیونکہ جسمانی صحت اور ذہنی تربیت کے ساتھ اس کا فرض یہ بھی ہے کہ اسے پکا

مسلمان بنائے۔ اور اس کے لئے گھر میں سازگار ماحول مہیا کرے۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے گھریلو زندگی میں ہر اعتبار سے سکون اور آسٹھی کی فضا پیدا کرے۔ ان تین اصولوں کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ میری والدہ بھی ان نیک بیبیوں کے زمرے میں آتی ہیں جو اپنی اولاد کے واسطے سے تعمیر انسانیت میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ میں خود ایک ناچیز اور حقیر بندہ ہوں۔ کسی خوبی اور عمل کا دعویٰ اور نہیں مگر میں جیسا بھی ہوں اس میں اگر رتی بھر کسی خوبی کی جھلک نظر آئے تو وہ میری عظیم المرتبت والدہ کی تربیت کا فیض ہے۔ میں ان کی زندگی کی چند جھلکیاں پیش کرتا ہوں۔ آپ خود فیصلہ کیجئے کہ وہ عظیم ماؤں کے زمرے میں شامل کرنے کی اہل ہیں یا نہیں۔

میری والدہ جسے ہم "بی بی جی" کے پیارے لقب سے خطاب کرتے تھے، مشرقی پنجاب کے شہر جالندھر کے عین وسط میں امام ناصر کی درگاہ سے قریب اور چوک سوڈاں کے عقب میں عین متوسط الحال پٹھان خاندان میں پیدا ہوئیں۔ رہائشی

مکان ایک بڑے وسیع صحن میں تھا جس میں کئی خاندان مل جل کر زندگی بسر کرتے تھے۔ گھر کا ماحول اس دور کی معاشرت کا نمونہ تھا، سب لوگ نماز روزے اور دیگر اسلامی ارکان کے پابند تھے۔ ادب و آداب کا باہمی تعلقات میں بہت لحاظ رکھا جاتا تھا۔ بی بی جی کو بہت چھوٹی عمر میں ماں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا اور پھر یکے بعد دیگرے دو سوتیلی ماؤں کے ساتھ اپنے بچپن کا زمانہ گزارا، یہ ان کی نیک فطرت کا اعجاز تھا کہ وہ دونوں ماؤں کی چیتنی بن گئیں اور کسی موقع پر بھی طرفین میں سوتیلے پن کا اظہار نہ ہوا۔ اس زمانے میں لڑکیوں کی تعلیم بہت کم ہوتی تھی قرآن شریف، اردو میں شہد، فارسی میں گلستاں دیوستان، بس لڑکیوں کی تعلیم کا یہی حدود اور بچہ تھا چنانچہ میری بی بی جی کی تعلیم بھی بس واجبی ہی رہی۔

چھوٹی عمر میں ان کی شادی ہو گئی اور شہری زندگی ترک کر کے دیہاتی رہن بہن اختیار کرنا پڑا۔ میرے والد محترم کی والدہ وفات پا چکی تھی۔ اس لئے سرال میں آ کر انہیں سوتیلی ساس سے واسطہ پڑا۔ ساس بہو کا رشتہ یوں بھی پیچیدگیوں کا حامل ہوتا ہے۔ اگر ساس سوتیلی ہو تو نئی نویلی دلہن کے لئے بہت سے مسائل اور دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں، مگر بی بی جی نے اپنے شہنشاہی مزاج اور صلح کا طبیعت سے بہت جلد انہیں اس حد تک اپنا گرویدہ بنا لیا کہ میری پیدائش

کے بعد میری دیکھ بھال کی ذمہ داری میری دادی نے خود سنبھال لی۔ اس زمانے میں کھاتے پیتے گھرانوں میں نومولود بچوں کو دودھ پلانے کے لئے انائیں رکھنے کا دستور تھا، چنانچہ میرے لئے بھی اسی دستور پر عمل کرنے کی تجویز سامنے آئی۔ میری بی بی جی کو یہ دستور پسند نہیں تھا۔ وہ خود تو اس موضوع پر بات نہیں کر سکتی تھی۔ مگر دوسروں کے ذریعے یہ بات واضح کر دی کہ ماں کا دودھ بچے کا فطری حق ہے کیونکہ بچے کی خوراک کا یہ نظام اسی مقصد کے لئے ہے۔ اور بجز شرعی عذر اور خرابی صحت اسے اس حق سے محروم کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ آپ لوگ میری تکلیف اور شب بیداری کا خیال نہ کریں۔ میں بچے کو خود دودھ پلا کر اپنا فرض ادا کروں گی۔ یہ بچے کی صحت کے لئے مناسب ہوگا۔ اسے اپنا حق ملے گا اور میری مامتا کی تسکین ہوگی۔ اس پر خاندان میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں مگر بی بی جی کسی طرح اس فرض کی ادائیگی سے کنارہ کش ہونے کے لئے آمادہ نہ ہوئیں۔ بالآخر جیت انہیں کی ہوئی۔ جہاں تک میں نے سنا ہے یہی ایک واحد مسئلہ تھا جس میں بی بی جی اور میری دادی میں اختلاف رہتا تھا۔

بی بی جی، ہم سب بھائیوں سے بہت محبت، پیار اور لاڈ کرتی تھیں، مگر ان کی محبت اندھی نہیں تھی۔ کوئی ایسی حرکت جو ادب و آداب کے خلاف، یا شائستگی کے منافی ہو، وہ برداشت نہیں کرتی تھی۔ ایک

مرتبہ میرے بھائی نے ایک نوکر کو گالی دی۔ بی بی جی کے کان میں اس کی بھٹک پڑی۔ وہ چھوٹے کے قریب بیڑھی پر بیٹھی تھیں۔ وہیں سے چپے سے انگارہ اٹھا کر بڑے غصے میں اس سے کہا کہ زبان نکالو، جس زبان سے یہ الفاظ نکالے ہیں اسے اس انگارے سے جلادوں گی۔ یہ دھمکی سن کر ہم سب بچے رونے لگے اور میرا بھائی تو بری طرح ہم سے گیا۔ اس نے محبت کرنے والی ماں کا یہ روپ کاہے کو دیکھا تھا۔ وہ اس وقت تک چمٹا ہاتھ میں لئے رہیں۔ جب تک بچے نے ہاتھ نہیں جوڑے اور روتے ہوئے وعدہ نہیں کیا کہ پھر وہ ایسی حرکت کبھی نہیں کرے گا۔ لیکن اس کے بعد وہ خود رونے بیٹھ گئیں۔ اسے اپنے سینے سے لپٹا لیا اور کہا۔ ماں صدقے میری زبان سے یہ الفاظ کیسے نکلے! میں بھلا تمہاری زبان کو کیسے جلادتی مگر دیکھو بیٹا! پھر ایسا کبھی نہیں کرنا۔ ورنہ شاید میں پھر وہی کروں جو میں نے کہا ہے۔ بیٹا! نوکر جو تمہارا کام کرتا ہے وہ ایسا کرنے پر مجبور ہے۔ اس کی مجبوری سے اسے حقیر نہ سمجھو۔ اس کے بعد میرے اس بھائی نے بچپن سے بڑھاپے تک پھر کسی سے تلخ کلامی نہ کی، نہ کسی کو حقیر جانا۔ اس کا ثواب یقیناً بی بی جی کے کھاتے میں جائے گا۔

اس زمانے میں طاعون اور پیٹھے کی وبائیں ہر سال انسانی آبادی سے اپنا خراج وصول کرتی تھیں اور سب لوگ آبادی میں

اپنے گھروں کو چھوڑ کر میدانوں میں جھوپڑیوں میں پناہ لیتے تھے۔ مذکورہ بالا واقعے کے چند ماہ بعد میرے اس بھائی پر طاعون کا حملہ ہوا۔ اور اسے دوسرے لوگوں سے الگ ایک علیحدہ جھوپڑی میں ایک مائی کی تحویل میں بھیج دیا گیا۔ بی بی جی اپنی جھوپڑی میں بیٹھ کر آنسو بہاتے ہوئے اس جھوپڑی کو تکتی رہتی تھیں۔ میں پوچھتا کہ اسے سب لوگوں سے دور کیوں بھیج دیا گیا ہے اور مجھے وہاں کیوں نہیں جانے دیا جاتا تو وہ فرماتیں! میں نے اپنی نہیں بلکہ تمہاری خاطر اسے دور بھیج دیا ہے۔

میں جب اس کے پاس جانے کے لئے ضد کرتا تھا تو وہ روتے ہوئے مجھے سینے سے لپٹا لیتیں اور تسلی دیتیں۔ کہ انشاء اللہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا اور پھر تمہارے ساتھ کھیلے گا۔ تم اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اٹھا کر اللہ میاں سے دعا مانگو کہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے۔ بیٹا! اللہ میاں معصوم بچوں کی دعائیں بہت جلد قبول کر لیتا ہے۔ جب کچھ عرصے کے بعد وہ صحت یاب ہو کر آیا تو میں نے اس سے کہا کہ بی بی جی نے میرے واسطے اللہ سے تمہاری صحت کی دعا مانگی تھی، دیکھو اللہ میاں کتنے اچھے ہیں کہ چھوٹے بچوں کی دعائیں جلد قبول کر لیتے ہیں۔

بی بی جی کو ہماری تربیت کا بڑا خیال رہتا تھا۔ وہ ہماری موجودگی میں کوئی گھریلو جھگڑا اور اس سے متعلق باتیں نہ ہونے

دیتیں۔ نہ ایسی باتیں سننے دیتیں۔ وہ سمجھتی تھیں کہ ان باتوں اور قضیوں سے بچوں کو حتی الامکان دور رکھا جائے۔ ہر روز سونے سے پہلے ہم سب بچوں کو کہانیاں (باتاں) سناتی تھیں۔ اس زمانے میں ایسی کہانیاں بادشاہوں کے ناموں کے گرد گھومتی تھیں اور ان کی ابتداء ایک تھا بادشاہ ہمارا تمہارا بادشاہ، خدا کا بھیجا ہوا رسول بادشاہ جیسے کلمات سے ہوتی۔ اس طرح باتوں ہی باتوں میں اللہ اور اس کے برگزیدہ رسول کے نام ہمارے ذہنوں میں نقش ہو جاتے۔ جب میں ذرا بڑا ہوا تو ان کو سونے سے پہلے ایک نعت مجھے سنانی پڑتی۔ یہ سلسلہ بچپن سے لے کر ان کے وصال تک قائم رہا۔ اس کے علاوہ وہ بزرگان دین اولیا کرام اور انبیاء علیہم السلام کے قصے کہانیوں کی شکل میں سناتی رہتیں۔ اس طرح ہم بہت بچپن ہی میں ان کے ناموں اور کارناموں سے روشناس ہو گئے۔

فجر کی نماز میں ہم دونوں بھائیوں کو، جن کی عمر اس وقت آٹھ دس برس تھی، پابندی سے جگا دیتیں اور جب ہم تڑکے جگانے پر جھنجھلاتے تو وہ کہتیں۔ اٹھو بیٹا! یہ اللہ کو یاد کرنے کا وقت ہے۔ دیکھو چڑیاں تک چچہا کر اپنے رب کو یاد کرتی ہیں۔ تم سوتے پڑے رہو گے؟ نماز پڑھ لو پھر جی چاہے تو سو جانا۔ جب میں لکھنے پڑھنے کے قائل ہوا تو وہ مجھ سے کوئی کتاب پڑھوا کر سناتی تھیں۔ یہ کتابیں زیادہ تر علامہ راشد

الطبری اور حافظ نذیر احمد کی ہوتی تھیں۔ بعض وقت کوئی صاف ستھرا معاشرتی ناول بھی ہوتا۔ ان میں اختر النساء بیگم نامی ناول جو اس زمانے میں بہت مقبول تھا وہ بھی ہوتا تھا۔ اس طرح کتابیں پڑھوا کر مجھ سے سننے سے میں روانی سے اردو پڑھنا سیکھ گیا بلکہ واقعات پر ان کے تبصرے بھی ہمارے لئے بڑی دلچسپی کا باعث ہوتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ میری ذہنی تربیت اور دینی رجحانات کو پروان چڑھانے میں بی بی جی کا کردار بہت اہم تھا۔ وہ نہانے دھونے کے معاملے میں کوئی رورعایت نہیں کرتی تھیں اور صفائی کو واقعی نصف ایمان سمجھتی تھیں۔

میرے والد کے باہمی تعلقات بڑے خوشگوار اور مثالی نوعیت کے تھے۔ جس کی وجہ سے گھر میں ہر وقت مکمل سکون کی فضا رہتی تھی۔ والد محترم اور بی بی جی میں عام طور پر اتفاق عمل رہتا تھا۔ اگر کسی معاملے میں کسی وقت اختلاف ہوا بھی وہ افہام و تفہیم سے سلجھ جاتا تھا اور وہ والد محترم کی رائے ہی پر عمل کرتی تھیں۔ وہ بھی بی بی جی کی ہر بات کو غور سے سن کر مان لیتے۔ جب ہم حیدر آباد گئے، والد محترم نے فری میسن تنظیم میں شرکت کر لی۔ بی بی جی نے ان سے پوچھا کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ والد محترم نے تنظیم کی عائد کردہ پابندیوں کی بنا پر معذرت کر لی۔ بی بی جی نے میرے سامنے ان سے کہا کہ آپ جائیے۔ ایسی چیز جسے چھپ چھپا کر کیا جائے کیسے ٹھیک

ہو سکتی ہے؟ بی بی جی کے اس تبصرے کا رد عمل یہ ہوا کہ والد محترم اس تنظیم ہی سے کنارہ کش ہو گئے۔ ہم لوگ اس وقت بہت چھوٹے تھے، مگر والدین کی عائلی زندگی کے اس اعلیٰ نمونے سے بہت متاثر ہوئے۔ یہ بات ٹھیک بھی ہے میاں بیوی کے تعلقات میں کوئی بات ایسی نہیں ہونی چاہئے کہ جسے ایک دوسرے سے چھپانے کی نوبت آئے۔

کچھ عرصے کے بعد والد محترم کو اپنی ملازمت کے سلسلے میں الہ آباد جانا پڑا۔ وہاں ایک دیہاتی ماحول میں رہنے والی خاتون کے لئے ایک نئے ماحول میں، جس پر ایک غیر مذہب (ہندومت) کی چھاپ تھی ڈھالنا بہت دشوار ہو سکتا تھا، مگر حیرت کی بات ہے کہ وہ تھوڑے ہی عرصے میں اس ماحول سے مانوس ہو گئیں حتیٰ کہ پوربی زبان بھی بولنے لگیں۔ یقین نہیں آتا تھا کہ وہ ایک گاؤں سے الہ آباد جیسے بڑے شہر میں آئی ہیں۔ اس شہر میں آنے کے چار ماہ بعد میں پیش کے عارضہ سے سخت بیمار پڑ گیا کئی ڈاکٹروں سے علاج کرایا مگر افادہ نہیں ہوا بلکہ ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ جالندھر میں ہمارے ایک حکیم صاحب تھے جو ہم سب کا علاج کیا کرتے تھے۔ بی بی جی نے والد محترم سے انہیں بلانے کے لئے کہا۔ انہوں نے فرمایا بڑے پائے کے ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے، حکیم صاحب کو ناحق تکلیف کیوں دیتی ہو۔ وہ کیا

قرآن کا فیصلہ

”اور ہم نے پابند کیا انسان کو اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے کا اور اگر وہ تم پر زور ڈالیں (اس بات پر) کہ تم میرا شریک ٹھہراؤ جس کا تمہیں علم نہیں تو تم ان کا کہنا نہ مانو۔ میری طرف تم کو پلٹ کر آنا ہے تو میں بتاؤں گا تم کو جو تم کرتے تھے۔ (سورۃ عنکبوت، آیت ۸)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنی والدہ کے بہت فرمانبردار تھے۔ ان کی والدہ کو معلوم ہوا کہ سعد نے اسلام قبول کر لیا۔ تب ان کی والدہ نے ان سے کہا: مجھے قسم ہے کہ جب تک تو اس دین کو ترک نہ کرے گا، میں نہ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی۔ یونہی بھوکی پیاسی رہ کر جان دے دوں گی۔ اور لوگ تجھے طعنہ دیا کریں گے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں تیرے لئے دین ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ ان کی والدہ نے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا اور بے چین رہیں۔ اس پر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اگر آپ کی ایسی ہزار جانیں بھی ہوتیں اور وہ سب ایک ایک کر کے نکل جاتیں تب بھی میں اپنے مذہب سے علیحدگی نہ کرتا۔ آخر وہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقلال پر کھانے پینے لگ گئیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

بہت کمزور ہے۔ وہ بہت افسردہ ہوئیں اور چار ماہ کے بعد ان کا جنازہ بھی اسی گھر سے اٹھا۔ تو یہ تھیں میری بی بی جی محمودہ خانم..... میکے اور سسرال میں یکساں طور پر محبوب و مقبول، شوہر کی مثل رفیقہ حیات، اولاد پر مرثیہ والی اور ان کی تربیت کو عبادت سمجھنے والی، رشتہ داروں سے صلہ رحمی برتنے والی، آپ ان کی زندگی کی یہ بھلیکیاں پڑھ کر خود فیصلہ کیجئے کہ ایسی خاتون کو معاشرے میں کیا مقام ملنا چاہئے۔ ●

بڑا احسان ہے۔ ان کے انتقال کے بعد بہو کو اپنی خدمت کرتے دیکھ کر والد محترم نے ایک مرتبہ فرمایا۔ بیٹا! تمہاری بیوی تمہاری ماں کی طرف سے تمہارے لئے سب سے بڑا انعام ہے۔ اس کی قدر کرو۔

حیدرآباد میں قیام کے دو چار سال بعد والد محترم نے ایک صاف ستھرے علاقے میں ایک وسیع قطع زمین حاصل کیا جس پر بی بی جی نے اپنی پسند اور بڑے چاؤ سے ایک مکان بنوایا۔ ہم سب بچوں کی اسی گھر میں اولین تربیت ہوئی۔ پھر اچانک ایک ایسی صورت حال پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے ہمیں اس سے محروم ہونا پڑا۔ ہوا یوں کہ والد محترم کے ایک بزرگ مالی مشکلات میں گھر گئے۔ والد محترم کو کہیں سے اس کا پتہ چل گیا تو انہوں نے ان مشکلات کے حل کے لئے اپنے مکان کی فروختگی کا سودا کر لیا۔ اور پیشگی رقم جو اس سودے سے

وصول ہوئی، وہ اس بزرگ کی خدمت میں پیش کر دی۔ بی بی جی سے والد محترم کو کہنے کی ہمت نہیں پڑی کیونکہ معلوم تھا کہ اتنے چاؤ سے بنائے ہوئے مکان سے محروم ہونے کا انہیں بہت رنج ہوگا۔ وہ قلب کے عارضے کی مریضہ تھیں۔ یہ خبر ان کیلئے خطرناک بھی ہو سکتی تھی۔ میرے ذریعے سے انہوں نے کہلویا تو وہ سکتے میں آ گئیں۔ وہ اپنی زندگی میں کبھی والد محترم کے کسی کام میں رکاوٹ نہیں بنیں۔ یہ تو ایک نیک مقصد تھا، مگر انسان فطری طور پر

شوق تھا۔ حیدرآباد میں اس شوق کے لئے زیادہ وسیع میدان ملا چنانچہ انہوں نے ایک دوڑ کیوں کو اس غرض سے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔ ان کا رہنا سہنا کھانا پینا، کپڑا، سب ان کی ذمہ داری تھی۔ تھوڑی بہت اس زمانے کے رواج کے مطابق تعلیم، سینے پر ونے اور کھانے پکانے کی تربیت بھی دیتی تھیں۔ پھر اپنے وقت پر اپنے خرچ سے ان کی شادیاں کر دیتیں۔ ان کی زندگی میں کئی لڑکیاں آئیں اور تعلیم و تربیت حاصل کر کے اپنے گھروں کی ہو گئیں۔ میری اہلیہ نے ان کے بعد یہی سلسلہ جاری رکھا۔ اور اب الحمد للہ میری لڑکی نے اپنی دادی اور ماں کے اس کا رخیر کو جاری رکھا ہوا ہے۔

مجھے بی بی جی سے والہانہ محبت تھی اور ان کی ہر بات اور ہدایت پر عمل کرنے میں راحت محسوس کرتا تھا میں انگلستان میں زیر تعلیم تھا جب انہوں نے مجھے لکھا کہ ان کی نظر میں میرے لئے ایک لڑکی ہے جو ہر لحاظ سے مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اگر میں رضامندی کا اظہار کروں تو بات آگے بڑھائی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ اگر آپ کو یہ رشتہ پسند ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ میرے لئے باعث برکت ہوگا، چنانچہ رشتہ طے پا گیا اور دو برس کے بعد شادی ہو گئی بی بی جی نے مجھ پر لامحدود احسانات کئے ہیں مگر جس محبت، پیار اور حسن انتخاب سے وہ ایسی بہو لائیں جو میرے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی، یہ ان کا مجھ پر سب سے

کہاں موضع دھوگری ضلع جالندھر کا دیہاتی رہن بہن اور تہذیب و ثقافت کے مرکز حیدرآباد کی تکلفات سے بھرپور زندگی اور وہاں کار بہن بہن۔ پھر دو آ بے کی ٹھینٹہ پنجابی بولنے والے ولی اور لکھنؤ کی چھاپ والی اردو وہاں کی لہجے میں کیسے بول سکتے تھے۔ مگر بی بی جی کی ہر ماحول میں ڈھل جانے کی صلاحیت کام آئی۔ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں اردو (حیدرآبادی لہجے میں) روانی سے بولنے لگیں۔ ہم لوگ بھی ان کی پیروی میں نئے ماحول سے مانوس ہو گئے۔ رہن بہن کے سب طریقے اپنالئے۔ جب بی بی جی پہلی بار امیر وقار الامرا کے محل میں دعوت پر گئیں تو والد محترم ک بج طور پر خدشہ تھا کہیں ادب و آداب اور رسم و رواج کے تقاضوں سے متعلق کوئی فاش غلطی نہ ہو جائے مگر وہ الحمد للہ بہت سرخرو ہو کر آئیں۔ اس کے بعد امر اور اعلیٰ افسروں کے ہاں مدعو کی جانے لگیں اور ہر جگہ اور ہر موقع پر اپنی شیریں گفتار اور حسن سلوک کا نقش چھوڑ آئیں۔ ہمارے گھر سے ملحق ایک بڑے امیر کا مکان تھا، ان کے گھر والوں سے تعلقات اتنے گہرے ہو گئے کہ صحن کی دیوار میں ایک دروازہ نکالا گیا تاکہ جس وقت چاہیں بلا تکلیف ایک دوسرے کے ہاں آ جا سکیں۔ بی بی جی کو غریب گھرانے کی لڑکیاں، جنہیں ان کے والد ٹھیک طور پر تعلیم و تربیت نہیں دے سکتے تھے اس غرض سے اپنی تحویل میں لینے کا بہت

کر سکیں گے، مگر بی بی جی کی مامتا کی تڑپ کے سامنے ان سے انکار نہ ہو سکا۔ حکیم صاحب آئے اور ان کے دو تین نسخوں ہی سے میں صحت یاب ہو گیا۔ بی بی جی نے حکیم صاحب کو رخصت کرتے وقت کہا آپ کو تو میری مامتا کی تڑپ اتنی دور سے کھینچ لائی، اور آپ کا علاج کامیاب ہوا۔ اللہ کا حکم ہے کہ کسی صورت میری رحمت سے مایوس نہ ہو، کوشش کرتے رہو، پھر دیکھو اللہ کیا کرتا ہے۔

والد محترم کو دیہاتی زندگی بہت پسند تھی۔ چنانچہ اسی کی خاطر الہ آباد میں ایک بہت اچھی ملازمت اپنی صحت کی معمولی سی کمزوری کے باعث چھوڑ کر پھر گاؤں واپس آ گئے۔ ہمارے ہاں مشترکہ خاندان کا رواج تھا۔ سب ساتھ مل کر رہتے اور اکٹھے کھاتے پیتے تھے۔ اس نظام میں بعض آزمائشوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ ان پر انہوں نے اپنے حسن سلوک سے بہت حد تک قابو پالیا، مگر وقت گزرنے کے ساتھ مشترکہ خاندان کا نظام، اس کا بندھن ڈھیلا پڑنے لگا۔ بی بی جی نے حالات دیکھ کر انہیں مشورہ دیا اس سے پہلے کہ پیار محبت اور یکا گت کی فضا متاثر ہو اور بد مزگیوں پیدا ہونے لگیں۔ انہیں کوئی ملازمت حاصل کر کے کم از کم کچھ وقت کے لئے میدان سے ہٹ جانا چاہئے۔ اس طرح ہم لوگ ایک طویل قیام کے لئے حیدرآباد چلے گئے۔

مسلم خواتین کا تاریخی کردار!

اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوائہ کریگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں جو عقل و دانش اور معاملہ فہمی میں اپنے زمانہ کی ممتاز ترین خواتین میں سے تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار اور تہذیب و ثقافت کے نتائج اور اثرات سے بخوبی واقف تھیں۔ وہ آپ کی فکر مندوں میں شریک ہو گئیں اور آپ کو جو امت کا غم تھا وہ بانٹ لیا۔ راہ نبوت اور کار نبوت کی رکاوٹیں دور کرنے لگیں۔ اچانک وحی کے نزول اور حضرت جبرئیل امین کی آمد سے آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی کہ آپ کی زبان مبارک پر یہ بات آئی: مجھے اپنے بارے میں خوف محسوس ہوتا ہے۔ حضرت خدیجہ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

”ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوائہ نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور بوجھوں کو اٹھاتے ہیں اور بے سہارا لوگوں کے مدد کرتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں، ناگہانی مصیبتوں اور آسمانی حوادث میں لوگوں کے کام آتے اور ان کی اعانت کرتے ہیں۔“

اس کا ایک ایک جملہ اپنے اندر سمندر کی گہرائی رکھتا ہے اور بے پناہ وسعت کا تذکرہ کیا۔ حضرت ام سلمہ نے کہا کہ اے اللہ کی رسول! اگر آپ کی خواہش اور چاہت یہی ہے تو تشریف لے جائیے اور کسی سے گفتگو تک نہ کیجئے اور اپنی قربانی کے جانوروں کو ذبح کیجئے اور حجام کو بلوا کر اپنا سر مبارک حلق کروائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، کسی سے آپ نے گفتگو نہیں کی اور آپ نے ویسا ہی کیا کہ اپنی قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا اور حجام کو بلوا کر حلق کروایا، جب لوگوں نے دیکھا تو وہ بھی قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے۔

انہوں نے اس مسئلہ کے حل کے لئے ایسی حکمت اور دانائی سے کام لیا، جس سے بڑھ کر حکمت اور دانائی نہیں ہو سکتی ہے جو موقع محل کے عین مناسب اور صحابہ کرام کے جذبہ اطاعت اور سر تسلیم خم کر دینے سے واقفیت کی دلیل ہے، چنانچہ یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔

عورت بحیثیت داعی

”کل مصیبة بعدک جلیل“ تیرے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔ بقول شاعر:

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی برادر بھی فدا اے شہ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم مسلمان مدینہ لوٹے، راستہ میں ان کا گزر بنی دینار کی ایک عورت کے پاس سے ہوا جس کے شوہر، بھائی اور والد رسول کے ہمراہ جہاد کے لئے نکلے تھے اور سب کے سب راہ حق میں کام آچکے تھے جب ان کی شہادت کی خبر اس کو دی گئی تو اس نے

اس کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا کہ: آقا کا کیا حال ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا اے ام فلاں وہ بخیر و عافیت ہیں اور بھلا اللہ تمہاری چاہت کے مطابق ہیں، اس نے کہا کہ مجھے دکھائیے تاکہ میں انکا دیدار کر لوں، پھر آپ کی طرف اشارہ کیا گیا، جب اس نے دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھی: ”کل مصیبة بعدک جلیل“ (آپ کے دیدار پر انوار کے بعد کوئی مصیبت، مصیبت نہیں) اس لئے کہ ان کو پاکیزہ محبت کے جذبہ اور حقیقی الفت کا وافر حصہ ملا تھا، جب یہ دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے اور گوشت پوست کا حصہ بن جاتی ہے تو مٹی کو سونا اور خاک کو اکسیر بنا دیتی ہے۔ یہی وہ محبت خالص اور جذبہ صادق ہے، جو کمزور کو توانا اور طاقتور کو جان لٹا دینے والے بہادروں کی صف میں لاکھڑا کرتی ہے اور عورت کو غضبناک اور دھاڑتا ہوا شیر بہر کی قوت عطا کرتی ہے۔ یہ صحابہ گزور تھیں لیکن ان کا دل حب خالص اور پاکیزہ محبت کے جذبات سے لبریز تھا۔ وہ آزمائش سے دوچار اور بلا میں گرفتار تھیں لیکن دیدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ساری مصیبت کا نور کر دی، اور قلب و دماغ پر غم و اندوہ کے جو پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے وہ دور کر دیئے حتیٰ کہ ان کی زبان سے وہ عجیب و غریب بات نکلی جو پاکیزہ محبت کے لطیف جذبات کی عکاسی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر عظمت و وقار تھا اور فدا کاری و قربانی کے عظیم جذبات پر روشنی پڑتی ہے

کہ راہ حق میں باپ، شوہر، بیٹا اور بھائی کام آچکے ہیں اور زبان پر ”کل مصیبة بعدک جلیل“ کا کلمہ ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے بخشش و اکرام ہے ابن سعد طبقات کبریٰ میں رقمطراز ہیں کہ ام شریک کے شوہر نے اسلام قبول کیا، ام شریک کا نام عزیز یہ بنت جابر دوسرہ ہے جن کا تعلق قبیلہ ازد سے ہے، اور ان کے شوہر ابو العسکر ہیں، حضرت ابو العسکر نے حضرت ابو ہریرہ کی صحبت میں تمام لوگوں کے ساتھ ہجرت کی۔ ام شریک فرماتی ہیں کہ ابو العسکر کے خاندان کے لوگ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ایسا لگتا ہے کہ تم بھی اسی کے دین پر ہو، میں نے جواباً عرض کیا ہاں، ہاں بخدا میں نے اسی کے دین کو اختیار کر لیا ہے، وہ کہنے لگے کہ پھر ہم تمہیں ضرور بالضرور سخت اور دردناک سزا دیں گے، پھر وہ لے کر مقام ذی الحلیفہ سے منزل کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے (ہمارے شوہر صنعائے یمن میں اس وقت قیام پذیر تھے) اور مجھے اپنی سب سے بدترین ناکارہ اور ایک بہت ہی ست رفتار اونٹنی پر سوار کر دیا، وہ مجھے روٹی شہد کے ساتھ کھلاتے تھے لیکن پانی کا ایک قطرہ بھی پینے کو نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ دن چڑھ آیا، دھوپ سخت ہو گئی، اس کی تمازت میں تیزی آ گئی تھی، ہمیں سخت پیاس کا احساس تھا، گرمی شیب پر تھی، اس کی حدت و سختی عروج پر تھی، اتنے میں انہوں نے پڑاؤ ڈالا خیمے نصب کئے اور مجھے دھوپ ہی میں چھوڑ دیا، یہاں تک کہ

میرے ہوش و حواس جواب دے گئے اور قوت سماعت و بصارت جاتی رہی، میرے ساتھ مسلسل تین دن تک ان کا یہی رویہ رہا اور وہ ایسا ہی کرتے رہے تیسرے دن مجھ سے کہنے لگے کہ اس دین کو چھوڑ دو جس پر تم ہو، لیکن میں کچھ بھی نہ سمجھ سکی، صرف مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ بار بار کچھ کہہ رہے ہیں، میں نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر توحید کا اشارہ کیا کہ بخدا میں اسی دین پر قائم ہوں۔ اس حال میں کہ میرا پیاس، گرمی کی شدت اور تھکن سے برا حال تھا، اچانک میں نے اپنے سینے پر ڈول کی ٹھنڈک محسوس کی، اس کو لے کر میں نے ابھی چند قطرے ہی پیئے تھے کہ ڈول اوپر کو اٹھ گیا اب میں دیکھنے لگی تھی کہ کیا دیکھتی ہوں کہ وہ آسمان وزمین کے درمیان مطلق ہے، میں اس کو لینے پر قادر نہیں ہوں، دوبارہ ڈول آیا پھر میں نے چند گھونٹ لئے کہ ڈول اوپر چلا گیا، جب تیسری دفعہ ڈول آیا میں پی کر سیراب ہو گئی، میرے ہوش بحال ہو گئے اور میں پانی سے اپنے سر اور چہرے کو دھونے اور کپڑے کو تر کرنے لگی تھی کہ اچانک وہ لوگ نکلے، یہ ماجرا دیکھ کر پوچھنے لگے اے اللہ تعالیٰ کی دشمن یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟

میں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے دشمن وہ لوگ ہیں جو اس دین کے مخالف ہیں۔ رہا تمہارا یہ سوال کہ یہ کہاں سے آیا تو جان لو کہ اللہ رب العزت کی طرف سے مجھے بطور انعام و رزق ملا اور عطا ہوا ہے۔ اتنا سنا تھا کہ وہ دوڑ کر اپنے مشکیزوں اور

پانی کے برتنوں کو دیکھنے گئے، انہیں اپنی جگہ پر جوں کا توں لٹکا اور محفوظ پا کر کہنے لگے کہ تمہارا رب ہمارا پروردگار ہے جس نے تمہیں اس حالت میں ہر اس نعمت سے نوازا حالانکہ ہم نے تمہارے معاملے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ وہ میرے احسان شناس اور منت گزار تھے اور میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو خاص معاملہ فرمایا تھا، اس سے واقف تھے۔

یہی حضرت ام شریکؓ ہیں جو اپنے ہی وطن اور دیار میں غریب الوطن ہو گئیں وہاں کی فضا ان کے حق میں اجنبی ہو گئی جس نے انہیں شوق اور چاہ سے پالا تھا اور اپنے گہوارے میں جگہ دی تھی وہ خود قبیلہ ان کا دشمن ہو گیا، حالانکہ اس نے انہیں الفت و محبت دی تھی اور شادی کرائی تھی، محض اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں تھیں اور کلمہ توحید کا بار اپنے گلے میں ڈال لیا تھا اور حق کی گواہی دی تھی، توحید کا اقرار اور اعلان کیا تھا سب کے سب ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو بے آب و گیاہ میدان میں بھوکا پیاسا چھوڑ دیا لیکن وہ راہ حق اور صراط مستقیم پر چمکی رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس صلہ میں ان پر ساتویں آسمان سے انعام و اکرام کی بارش کی اور ان کے قبیلہ کا دل ان کے لئے نرم اور گداز ہو گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل اور جھک گیا اور ایک نخت دین اسلام میں داخل ہو گئے۔

لہذا ایک بے یار و مددگار ترن تمہا

عورت راہ حق میں مضبوط پہاڑوں کی طرح جچی رہ سکتی ہے وہ تمہارا تاریخ کے دھارے، زندگی کے رخ کو موڑ سکتی ہے اور معاشرہ میں انقلاب عظیم برپا کر سکتی ہے خواہ معاشرہ اندھی جاہلیت پر مبنی اور قائم کیوں نہ ہو۔

عورت کا طبقہ زمانہ قدیم سے افراط و تفریط کے دو پیمانوں میں تو لا جاتا رہا ہے اور وہ برابر افراط و تفریط کا شمار کر رہی ہے، کسی نے اسے کلنگ کا ٹیکہ سمجھا، کسی نے جہل اور من گھڑت چیزوں کی علامت قرار دیا، کسی نے حماقت کا جہالت کا نمونہ اور کسی نے تخریب اور فساد و بگاڑ کا ذریعہ قرار دیا، یہاں تک کہ اسلام اپنے نور کی تابانیوں اور عدل و انصاف کی ترازو کے ساتھ ظاہر ہوا اور طبقہ نسواں کا مقام و مرتبہ بتایا اور اس کا چھینا ہوا حق اس کو واپس دلایا۔

اس کی عزت و ناموس، عظمت و تقدس کو بحال کیا، اس کی لطافت و نزاکت اور حسن و جمال کو اجاگر کیا اور مردوں کو ان کے ساتھ نرمی و ملاحظت کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا اور ان کے حقوق کی ادائیگی اور تعلیم و تربیت کے انجام دہی پر آمادہ کیا اور اسے ماں کا تقدس دیا اور اس کے وقار و عظمت کو زبان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "الجنة تحت اقدام الامہات" سے واضح کیا کہ (ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے) ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ میرے حسن و سلوک کا سب سے زیادہ مستحق اور حقدار کون ہے؟ فرمایا:

"تمہاری ماں، یہ تین بار مکرر فرمایا۔

پھر فرمایا کہ تمہارے باپ اور اس کے بعد تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں۔"

(متفق علیہ مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۱۸)

اور تمام لوگوں کو اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید "استوصوا بالنساء خیراً" سے کی۔ (عورتوں کے ساتھ بہتر معاملہ کرو) اس کی فطری نزاکت اور طبعی لطافت پر نظر رکھتے ہوئے نرمی اور رفق کا حکم دیا اور فرمایا "ارفق یا انجسہ بالقواریر" اے نجسہ ان آئینوں پر رحم کرو اور ترس کھاؤ، جیسا کہ ان کے ذمہ داروں کو حکم دیا کہ ان کی اچھی تربیت کریں، ان پر مال خرچ کریں، فرمایا:

"جس کے تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو لڑکیاں اور دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کر کے خیر خواہی سے پیش آئے اور ان کے سلسلے میں تقویٰ اختیار کرے اور خوف خدا سے کام لے تو اس کے لئے جنت کی بشارت و خوشخبری ہے۔

مزید فرمایا:

"جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش و پرداخت کرے یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائیں، میں اور وہ قیامت کے دن قریب قریب ہوں گے اور اپنی دونوں انگلیوں سے (جنت میں) قربت کا اشارہ کیا۔" (مسلم)

عورت کے بارے میں بہت سی روایات ہیں جو احادیث کی کتابوں میں محدثین نے بڑی دقت و امانت سے محفوظ کیا ہے۔

مولانا فضل حق خیر آبادی

پروفیسر محمد اجتہا ندوی
ایک باکمال دانشور

ہندوستان میں مسلم سلطنت کے دور انحطاط کے دوران بعض غیر معمولی ذہین، ہمہ داں، دینی علوم کے پہلو بہ پہلو حکمت، منطق اور فلکیات و ہیئت میں کامل دستگاہ رکھنے والے علماء پیدا ہوئے، جن کی نظیر دنیا کے دوسرے ممالک میں ملنی مشکل ہے۔ انہیں علماء میں سے ایک نامور خاندان کے چشم و چراغ مولانا فضل حق خیر آبادی تھے، ان کے والد مولانا فضل امام خیر آبادی نے فلسفہ و منطق، ریاضی و علم ہیئت میں بڑا کمال حاصل کیا، شمالی ہند کے مردم خیز قصبہ خیر آباد سے دار الحکومت دہلی منتقل ہوئے اور وہاں کے علماء و فضلاء سے علم حاصل کیا، سلاطین و حکام کی محفلوں میں علم و دانش کے موتی بکھیرے، اور دہلی کو وطن ثانی بنا لیا، مولانا فضل حق انہیں کے صاحبزادے تھے، دہلی میں ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے، زمانہ کے رواج کے مطابق قرآن مجید حفظ کرنے کے لئے کتب میں بٹھائے گئے، اپنے غیر معمولی حافظہ کی بنا پر صرف چار ماہ میں حفظ مکمل کر لیا، عربی زبان اور دیگر علوم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے۔ علم حدیث کے لئے خانوادہ ولی اللہی کے سامنے زانوئے

تلمذتہ کیا اور خاص طور سے شاہ عبدالقادر نے حدیث کی کتابیں پڑھیں، تیرہ سال کی عمر میں متداول کتابیں پڑھ کر سند فراغت حاصل کر لی۔ اساتذہ نے مطمئن ہو کر انہیں تدریس کی اجازت دی، اپنے گہرے علم، وسیع مطالعہ، بے پایاں معلومات، خداداد صلاحیت اور غیر معمولی ذہانت سے بہت جلد مقبولیت اور شہرت حاصل کر لی۔ شہرت سن کر دہلی کے علاوہ دور دراز علاقوں کے تشنگان علم ان کے حلقہٴ درس میں حاضر ہونے لگے اور بہت بڑی تعداد نے فیض حاصل کیا، ان کی انشاء پر دازی، خوش نویسی اور مرقع نگاری کی بنا پر انہیں دار الحکومت دہلی کے سکریٹریٹ میں ایک اہم عہدہ قبول کرنے کے لئے مجبور کیا گیا۔ مگر انہوں نے اس نئی ذمہ داری کے باوجود درس و تدریس کا مشغلہ نہیں چھوڑا اور ان کا رابطہ طلباء علماء اور مسلم عوام سے قائم رہا۔ وہ علمی رہنمائی کے پہلو بہ پہلو دینی، سیاسی اور سماجی امور کی جانب بھی لوگوں کو متوجہ کرتے تھے۔ مسلمانوں کی ایتر حالات انتشار سلطنت کے زوال سے بڑا دکھ محسوس کرتے تھے۔ مگر حالات اس قدر خراب اور ملک بدیسی

سامراج کے شکنجوں میں اس طرح جکڑتا جا رہا تھا کہ حالات کے سدھرنے کی توقع جاتی رہی تھی۔ اپنے بچے کچھے سرمایہ علم و دانش کی بقاء و تحفظ کی جانب پوری توجہ کی اور مسلمانوں کا اس بارے میں تعاون بھی کرتے رہے، اسی جرم میں ۱۸۵۷ء کی پہلی تحریک آزادی اور انقلابی کوشش کے ناکام ہو جانے کے بعد انگریزی سامراج نے ان پر بغاوت کا مقدمہ چلا کر جلاوطنی کا حکم صادر کیا۔ اس کے بعد سرانکا کے کسی جزیرہ میں ملک بدر کر دیا اور اسی جزیرہ میں اپنے وطن سے دور عزیز و اقرباء، شاگردوں اور عقیدت مندوں سے الگ ۱۲۷۸ھ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ جب تک وہاں زندہ رہے علم دین سے وابستگی اور اس کی خدمت جاری رکھی۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں اور قصائد و اشعار کا مجموعہ چھوڑا۔

علامہ سید عبدالحی حسنی نے نزہۃ الخواطر میں لکھا ہے کہ:

"وہ فلسفہ، منطق، مناظرہ، بحث، زبان و ادب اور شعر گوئی میں اپنے زمانہ کے ممتاز علماء میں تھے، ان کے اشعار کی تعداد چار ہزار سے زیادہ ہے۔ بیشتر حصہ مدح و نعت سے متعلق ہے، کچھ اشعار انہوں نے کفر کی مضرت اور کفار کی بھو میں کہے ہیں۔"

مشہور عالم و محدث نواب سید صدیق حسن خاں اپنی کتاب "ابجد العلوم" میں رقم طراز ہیں:

اکتوبر ۲۰۰۱ء

انسان یہ جانے بغیر غلطیاں کرتا چلا جاتا ہے کہ اس سے کوئی غلط کام سرزد ہو رہا ہے۔ ذیل میں نمبر وار ان کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک عمل کے نتائج بد اسے مختلف اور کثیر الانواع ہیں کہ ہر ایک پر تفصیل سے کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر اس وقت اختصار مطلوب ہے تاکہ کسی درجے میں ان کا استخراج ہو جائے:

مولانا حفیظ اللہ ڈیروی

جامعہ دارالعلوم، کراچی

اپنے آپ کو تنہا نہ کیجئے

دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ اور جب اتحاد پارہ پارہ ہو جائے تو خود غرضی جنم لیتی ہے۔ خود غرضی جنم لے تو ایک دوسرے کا حق مارا جاتا ہے، حق مارا جائے تو دشمنیاں اور رقابتیں پیدا ہوتی ہیں جن سے خونی اور روحانی رشتوں کا تقدس پامال ہو کر نوبت قتل و غارت گری تک جا پہنچتی ہے۔

اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے۔ چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود اس گئے گزرے دور میں بھی اس کی تعلیمات اپنے اندر اتنی ہی تاثیر رکھتی ہیں جتنی روز اول میں تھیں۔ چنانچہ شریعت مطہرہ نے بعض ایسے اعمال اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں جوڑ کی بجائے توڑ، قربتوں کی بجائے دوریاں پیدا ہوتی ہیں اور فاصلے سمٹنے کی بجائے بڑھتے ہیں۔ وہ اعمال بظاہر دیکھنے میں معمولی نظر آتے ہیں، مگر عربی زبان کی ایک کہاوت ہے ”بڑی برائی کا آغاز کسی چھوٹی برائی سے ہوتا ہے“ اور وہ بری خصلتیں غیر شعوری اور نفسیاتی طور پر ایسی موثر ہیں کہ جن سے آہستہ آہستہ دلوں میں دراڑیں پیدا ہوتی ہیں اور دھیان نہ ہو تو

آج کے اس پر آشوب دور اور پرفتن دور میں جس کو دیکھو وہ پریشانی اور بے چینی میں مبتلا نظر آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ زمانہ کی رنگ رلیوں اور گہما گہمیوں کے باوجود ہر آدمی اپنے کو تنہا محسوس کرتا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ والدین اور اولاد، بہن اور بھائی جیسے مقدس خونی رشتے بھی ایک دوسرے سے دوری اور کھچاؤ محسوس کرتے ہیں۔ ”غرض کی دوستی، مطلب کا زمانہ“ والی کیفیت ہے۔ یہ صورت حال انتہائی خطرناک اور نقصان دہ ہے۔ اس سے ایک آدمی کا دوسرے پر اعتماد نہیں رہتا اور جب اعتماد اٹھ جاتا ہے تو لوگوں سے خوف آنے لگتا ہے۔ ایسے میں عروج کا سفر زوال میں بدلنے لگتا ہے۔ مایوسی اور حد درجہ بے یقینی گھیراؤ کر لیتی ہے اور بہت سارے اجتماعی منصوبے خواب ہو جاتے ہیں۔ اکثر اجتماعی منصوبوں کے عدم تکمیل کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر آدمی یہ سوچتا ہے کہ اپنی کسی ذاتی غرض اور مقصد کے لئے یہ منصوبہ بنایا گیا ہوگا۔ چنانچہ اس کی حوصلہ شکنی کے باعث بہت سارے اجتماعی منصوبے

نہیں ہے۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مولانا فضل حق خیر آبادی نے درس و تدریس اور سرکاری ملازمت کے ساتھ متعدد کتابیں تصنیف کیں، چند کتابوں کے نام بطور مثال درج ہیں:

الجنس الفالی فی شرح الجواهر العالی
الهدیة السعیدیة فی الحکمة الطبیعیة
الروض المجدود فی حقیقة الوجود
حاشیہ الافق المبین۔ مصنفہ سید باقر داماد
(باقی صفحہ ۳۶ پر)

عمر کے تھے، ان کا لباس امیروں اور حاکموں جیسا تھا، میرے استاذ مفتی صدرالدین خاں صدرالدور اور ان کے مابین بڑی محبت دوستی تھی، کیونکہ وہ دونوں ایک ہی استاذ کے شاگرد تھے اور مفتی نے ان کے والد مولانا فضل امام صاحب سے بھی پڑھا تھا اس محبت دوستی کے باوجود بعض مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے تھے خاص طور سے مولانا اسماعیل شہید کے بارے میں ان کی رائے سے انہیں شدید اختلاف بلکہ دکھ تھا۔ اور ان سے کہا کرتے تھے کہ میں آپ کی اس بات سے خوش نہیں ہوں اور یہ بات آپ کے شایان شان بھی

”مولانا فضل حق خیر آبادی فلسفہ و منطق اور حکمت و علم ہیئت میں بلا شرکت غیر کے سب سے بڑے عالم تھے، لیکن انہوں نے تعصب یا نادانی کی بنا پر اہل حق کے خلاف خامہ فرسائی کی ہے انہیں اسلاف کے علم و دین کے بارے میں ان کے طریقے اور سرکار دو عالم ﷺ سے منقولہ احادیث سے کم واقفیت تھی، اسی وجہ سے علماء حق نے ان پر اور ان کی تصنیفات پر تنقید کی ہے۔“
اس کے بعد لکھتے ہیں:
”میں نے مولانا فضل حق کو اپنی طالب علمی کے زمانہ میں دہلی کی مح مسجد میں دیکھا، نماز جمعہ ادا کرنے آئے تھے، ادھیڑ

- ۱- اپنے مسلمان بھائی کا مذاق اڑانا یعنی اس کو حقیر سمجھتے ہوئے اس کے کسی عیب کو زبان یا ہاتھ کے اشارے سے ظاہر کرنا خواہ وہ عیب اس کے جسم میں ہو، شکل میں ہو، علوم و عمل میں ہو یا اس کی گفتگو میں ہو۔
- ۲- اپنے مسلمان بھائی کو کسی عیب اور گناہ کا طعنہ اور عار دلانا۔
- ۳- کسی کو برے القاب سے پکارنا کہ جس سے اس کو ناگواری ہوتی ہو۔
- ۴- بغیر کسی دلیل کے اپنے بھائی سے بدگمانی کرنا۔
- ۵- کسی مسلمان بھائی کے خفیہ عیب کو تلاش کرنا۔
- ۶- اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرنا یعنی اس کی عدم موجودگی میں اس کی کسی برائی کا ذکر کرنا جس کا ذکر کرنا اسے ناگوار ہو۔
- ۷- اپنے نسب پر فخر کر کے دوسروں کو حقیر سمجھنا۔
- ۸- حسد کرنا یعنی اپنے مسلمان بھائی کے

حسنی فارمیسی کی مفید دوائیں



نشکر

شہ پرکرتک کا مہا اہم مشہور ذوا قدرتی بڑی بوٹیوں سے تیار شدہ پیشاب سے نشکر کو ختم کرنے میں شکر کو کنٹرول کرتی ہے



ہردینا

! روک پڑی کھینچنے کی سندھیت گروہ خٹاک پھری درد پیشاب میں ریت فون آرہیں کیسے کیس میں



بطینا بیدون

قبض اور گیس کی کامیاب ذوا جگر اور پتہ تک فرایون کو دور کرنے والا ہے نظر سیرپ پیلیا جگر اور پتہ کے درم کمزوری، درد اور پتہ کی کابہ نظیر سیرپ

زودامین

قسط اور جلدی امراض کا مشورہ تہت خون فساد بیہوشی، نمانش اور جلدی امراض کا کامیاب سیرپ ہضم کے لیے نہایت جلد اثر کرنے والا



مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں

HASANI PHARMACY
Ph (O) 202677 (R) 229021 (F) 229174 (M) 9938023223, 177/41 GWYNNE ROAD LUCKNOW-226018 UP (INDIA)

- اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کے چھین جانے اور ختم ہو جانے کی آرزو کرنا اور اس کے کمالات پر پریشان ہونا۔
- ۹- اپنے مسلمان بھائی سے بغض رکھنا۔
- ۱۰- پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کا خیال نہ رکھنا، جس میں یہ باتیں بطور خاص قابل ذکر ہیں کہ اپنے گھر میں تو خوب دگو تیس اڑاؤ اور پڑوسیوں کو کچھ نہ دو۔ اسی طرح اپنی اولاد کو یہ جانتے ہوئے پھل اور مٹھائی وغیرہ دینا کہ وہ مٹھائی اور پھل لے کر پڑوسیوں کے بچوں کے پاس جائیں گے جس سے پڑوسیوں کے بچوں کی آزاری ہوگی جب کہ تم پڑوسی کے بچوں کو کچھ نہ دو، یادینے کی طاقت نہ ہو۔ اسی طرح اپنے گھر میں شور وغل یا ٹیپ وغیرہ کی آواز اتنی اونچی کرنا کہ پڑوسیوں کا جینا دو بھر ہو جائے۔
- ۱۱- مسلمان بھائی کی دل شکنی کرنا۔
- ۱۲- قرض لے کر ادا نہ کرنا۔
- ۱۳- اپنے مسلمان بھائی کو قرض دے کر قرض سے زیادہ وصول کرنا جو سود میں داخل ہے اور حرام ہے۔
- ۱۴- کسی مسلمان بھائی پر بہتان لگانا۔
- ۱۵- خیانت کرنا خواہ مال کی خیانت ہو یا آبرو کی یا کام میں خیانت ہو۔
- ۱۶- کسی کی چغلی لگانا۔
- ۱۷- کسی کو دھوکا دینا۔

- ۱۸- مسلمان بھائی کے نقصان پر خوش ہونا۔
- ۱۹- چھوٹوں پر شفقت نہ کرنا۔
- ۲۰- بڑوں کی عزت نہ کرنا۔
- ۲۱- وعدہ کر کے پورا نہ کرنا۔
- ۲۲- کسی مسلمان بھائی کی ضرورت کے وقت باوجود قدرت کے مدد نہ کرنا۔
- ۲۳- کسی دنیوی رنجش کی وجہ سے تین دن سے زائد بولنا چھوڑ دینا۔
- یہ چند مثالیں ہیں ان اعمال کی جو روزمرہ دانستہ اور نادانستہ، شعوری اور غیر شعوری طور پر ہم سے صادر ہوتے رہتے ہیں۔ جن کی بدولت ہم اجتماعیت کے رنگا

بقیہ صفحہ ۳۳۲ کا

حاشیہ شرح مسلم

علم و معلوم سے متعلق ایک رسالہ تحقیق اجسام سے متعلق رسالہ فطرت کلی کی تحقیق میں ایک رسالہ تشلیک و ماہیت سے متعلق رسالہ

- ہندوستان کی تحریک آزادی یا ہندوستانی فتنہ کی تاریخ
- مولانا اسماعیل شہید کے افکار کی تردید میں رسالہ
- مولانا فضل حق نے اردو اور فارسی کے علاوہ عربی زبان میں بھی قصائد نظم کئے ہیں اور بہت سے اشعار کا حوالہ و تذکرہ اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ مولانا خیر آبادی نے اپنی بعض ناقابل قبول رایوں کے باوجود بہت سے مفید کام انجام دیئے۔

رنگ باغ سے کٹ کر تنہائی کے لق و دق صحرا میں جا گرتے ہیں۔ اگر ہم اہتمام کے ساتھ اپنے آپ کو ان سے بچالیں تو دلوں کی نفرتیں اور عداوتیں محبتوں اور دوستیوں میں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کسی مسلمان کو تکلیف اور ایذا سے بچانا ان واجبات میں سے ہے جن کی ادائیگی کی تاکید نہایت اہتمام کے ساتھ کی گئی ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ہم سب کو ان اعمالِ بد سے بچنے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



فقارئین کرام

نوٹ فرمائیں

- رسالے کے لفافے پر جو پتہ چسپاں ہوتا ہے اس کے اوپر ہر خریدار کا خریداری نمبر درج ہوتا ہے۔ خریدار حضرات نوٹ فرمائیں۔
- اگر آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو چکی ہے تو پہلی فرصت میں اس کی توسیع فرمائیں، ورنہ آپ کی خریداری معطل ہو سکتی ہے۔ (نیچر)

از۔ راشد حسین ندوی

سوال جواب

سوال: لڑکی کا حصہ لگانا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کوئی جہیز میں حصہ کی نیت کرے تو کیا یہ ادا ہو جائے گا؟

جواب: جس طرح دوسرے ورثاء کا حصہ لگانا ضروری ہے اسی طرح لڑکی کا حصہ لگانا بھی فرض اور ضروری ہے، اس سلسلہ میں کوتاہی کرنے والوں کے بارے میں قرآن پاک میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

ارشاد ہے: **تلك حدود الله (إلی) ومن یحص الله لآیة (یہ احکام وراثت)** حدیں باندھی ہوئی اور کئی ہیں (پھر ارشاد ہے) اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جاوے اس کی حدوں سے ڈالے گا اس کو آگ میں، ہمیشہ رہے گا اس میں اور اس کیلئے ذلت کا عذاب ہے (سورہ نساء-۱۳ و ۱۴) احکام وراثت کے ذکر کے بعد (ترجمہ حضرت شیخ الہند) جہاں تک جہیز سے اس کے اور ہو جانے کا سوال ہے تو وراثت میں کچھ ملنا لڑکی کا حق ہے، اور جہیز میں

جو کچھ دیا جاتا ہے وہ رسوم کی پابندی کے سبب ہے، شرعاً جہیز کی کوئی حیثیت نہیں ہے لہذا جہیز کی ادائیگی سے مسئلہ وراثت کا کوئی جوڑ نہیں ہے، البتہ پورا حساب کر کے وراثت ملنے کے بعد لڑکی اپنی مرضی سے پوری خوشدلی کے ساتھ دوسرے ورثاء کے ہاتھ پیسوں یا دوسرے سامان کے بدلہ اپنے حق کو بچ دے، یا دوسرے سامان کو صلحا لے لے تو اس کی گنجائش ہے۔

سوال: بچہ کی پیدائش کے وقت جو اذان دیجاتی ہے وہ ضروری ہے؟ اور اگر ندریں تو کوئی حرج واقع ہوگا یا نہیں؟

جواب: مذکورہ اذان مستحب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، تجربہ کرنے والے بتلاتے ہیں کہ اس سے ام المصیبان بیماری سے حفاظت ہوتی ہے، اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ بچہ کی پیدائش کے بعد اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے (شامی

۲۸۲ تقریرات رافعی ص ۲۵) **سوال:** نشہ کی کوئی بھی چیز مثلاً بیڑی سگریٹ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اصل مسئلہ کی وضاحت کریں، مسئلہ کو کسی علاقہ کے علماء سے مخصوص نہ کریں، عام فتویٰ مطلوب ہے؟

جواب: آپ کے سوال میں "نشہ کی کوئی بھی چیز" کا جملہ بہت عام ہے جس میں ام النجائث شراب بھی شامل ہے، اس لئے جب تک مخصوص نام نہ لیا جائے حکم بتانا ممکن نہیں، آپ نے بیڑی سگریٹ کا نام لیا ہے تو واضح ہو کہ شرعاً ان دونوں کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے، البتہ جدید تحقیقات کے مطابق ان کا نقصان بہت شدید ہوتا ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان کو دھیماز ہر سمجھیں اور ان سے بھاگیں، مزید ان کا زیادہ استعمال کرنے سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے، انسان اسی بدبو کے ساتھ مسجد جاتا اور نمازیں پڑھتا ہے اس سے دوسرے نمازیوں اور فرشتوں کو تکلیف پہنچتی ہے، نیز زیادہ استعمال میں مال کا اسراف اور اضعاف بھی ہے جو مستقل گناہ کی چیز ہے۔ (شامی ۳۲۷/۵)



ریپننگے والے چاروور

یقین سے معلوم ہے کہ وہ دو سو سال سے زندہ ہے۔

زیادہ تر جانور بڑے ہو جانے پر بڑھنا بند کر دیتے ہیں، لیکن کچھ اور چند دوسرے ریپننگے والے جانور آخر دم تک برابر بڑھتے رہتے ہیں۔

بحر جنوبی میں بعض کچھوے ایسے ہیں جن کا وزن پچھ سو (600) پونڈ سے زیادہ ہے۔ کچھ کچھوے دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کا وزن ایک ٹن کے قریب اور لمبائی آٹھ فٹ ہو جاتی ہے۔

شمالی اور وسطی امریکا میں کچھوے کی ایک ایسی قسم پائی جاتی ہے جس کا وزن دو سو پونڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ کچھوے اچھے خاصے بڑے آدمی کو اپنی پشت پر بٹھا کر لے جاسکتا ہے۔

ریپننگے والے جانوروں میں اکثریت سانپوں کی ہے۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سانپ کا جسم لمبا اور گندا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ اس کی کھال چکنی ضرور ہوتی ہے، لیکن وہ نہایت صاف ستھرا کیڑا ہے۔

سانپ اپنی آنکھیں کبھی نہیں جھپکتا

سائنس دان کہتے ہیں کہ دنیا میں جتنی چڑیاں پائی جاتی ہیں، وہ ریپننگے والے جانوروں سے پیدا ہوئیں۔ چڑیا اور اکثر ریپننگے والے جانور انڈے دیتے ہیں۔ تمام چڑیوں کی ٹانگوں پر ابھی تک وہی فلس یا پھلکے چڑھے ہوئے ہیں جو ریپننگے والے جانوروں کے جسم پر پائے جاتے ہیں۔

ہر ایسے جانور کو جو اپنے پیٹ کے بل ریپننگے یا جس کے پیر چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں، Reptile یا ریپننگے والا جانور کہتے ہیں۔ مثلاً سانپ، چھپکلیاں، کچھوے اور مگرچھ، ان میں مگرچھ سب سے بڑا ہوتا ہے۔

امریکا کے ایک عجائب گھر میں فلپائن کے ایک مگرچھ کی کھوپڑی محفوظ ہے جس کا جسم تین فٹ لمبا اور گیارہ فٹ گول تھا۔ اس کے وزن کے متعلق چار ہزار (4000) پونڈ کا اندازہ ہے۔

مصر کے مگرچھ ہر سال اتنے آدمی مار ڈالتے ہیں کہ پورے افریقہ کا کوئی جنگلی جانور نہیں مارتا۔

دنیا میں سب سے زیادہ عمر کچھوے کی سمجھی جاتی ہے۔ ایک کچھوے کی متعلق

اور نہ انہیں کبھی بند کرتا ہے۔ وہ سوتا بھی ہے تو آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پونے نہیں ہوتے۔ ہر آنکھ پر ایک شفاف جھلی چڑھی ہوتی ہے جو حرکت نہیں کر سکتی، لیکن گردوغبار کو دور رکھتی ہے۔

مختلف سانپ مختلف طریقوں سے اپنی غذا تلاش کرتے ہیں لیکن تمام سانپ غذا کو پورا نگل جاتے ہیں۔ وہ غذا کو چبا کر نہیں کھاتے۔ بہت سے سانپ اپنے سے بڑے جانوروں اور انڈوں تک کو پورا نگل جاتے ہیں۔

دنیا کے زہریلے سانپوں میں سیاہ سانپ کوبرا (Cobra) سب سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی بناوٹ کوڑے جیسے ہوتی ہے اور لمبائی پندرہ سے اٹھارہ فٹ تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کا جسم زردی مائل ہوتا ہے اور اکثر نارنجی رنگ کا ہوتا ہے جس پر دو چمکدار آنکھیں جڑی ہوتی ہیں۔ کوبرا پاکستان، ہند، برما، ملائیا اور جنوبی چین میں ملتا ہے۔ بہت سے سائنس دان اسے تمام جانوروں میں سب سے زیادہ زہریلا اور خوف ناک سمجھتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ کوبرا نہایت ذہین ہوتا ہے۔ جب اسے کوئی خطرہ درپیش ہوتا ہے تو وہ اپنے منہ سے تیز پھنکار نکالتا ہے اور اپنی گردن کو پھلا کر پھن نکال لیتا ہے۔ نچلے حصے کو گول کر کے وہ اتنا اونچا کھڑا ہو جاتا ہے کہ آدمی کے سینے تک پہنچ جائے۔ وہ تیزی سے حملہ نہیں کرتا، بلکہ

آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہے۔ اگر آدمی اسے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ لے تو اتنا وقت ضرور ہوتا ہے کہ وہ کود کر اس کے زد سے باہر نکل جائے۔

ریٹل اسنیک Rattle Snake یا چکی ناگ امریکا کا ایک زہریلا سانپ ہے لیکن اسے زیادہ برا نہیں سمجھا جاتا کیونکہ وہ کانٹے سے پہلے عام طور پر خبردار کر دیتا ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے۔ جب وہ حملہ کرنے والا ہوتا ہے تو اس کی دم ہلنے لگتی ہے جس پر سخت خشک کھال چڑھی ہوتی ہے۔ یہ کھال چنچنی ہے تو اس آواز کون کر آدمی خبردار ہو سکتا ہے اور احتیاط کر سکتا ہے۔ کچھ سانپ بھی اسی طرح دم ہلاتے ہیں، لیکن اس سے کسی قسم کی کوئی آواز نہیں نکلتی۔

دنیا کے بعض ممالک ایسے ہیں جہاں سانپ بالکل نہیں ہوتے۔ ان میں زیادہ تر جزیرے شامل ہیں مثلاً آئر لینڈ، آکس لینڈ، ازورس اور نیوزی لینڈ، جزائر برطانیہ میں بہت کم سانپ پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان اور ملائیا میں تقریباً دو فٹ لمبے ایسے سانپ پائے جاتے ہیں جو اڑ بھی سکتے ہیں۔ یہ سانپ عام طور سے کسی درخت کی شاخ پر بیٹھے ہوئے چھپکلیوں کا انتظار کرتے رہتے ہیں جنہیں وہ شوق سے کھاتے ہیں۔ اگر کوئی چھپکلی ایک درخت سے دوسرے درخت پر بھاگ جاتی ہے تو وہ اس کا پیچھا کرتے ہیں۔ اڑنے سے پہلے وہ اپنے جسم

کو اس طرح پھپکاتے ہیں کہ اس کی شکل فیتے جیسی ہو جاتی ہے۔ اسی حالت میں وہ اپنی شاخ سے کودتے ہوئے اور ہوا میں تیرتے ہوئے دوسرے درخت پر پہنچ جاتے ہیں۔

امریکہ میں کچھ سانپ پائے جاتے ہیں جو بڑے تیز دوڑتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ درخت سے دوسرے درخت پر کود بھی جاتے ہیں۔ ان کی ایک قسم جھاڑیوں میں اس تیزی سے ریپننگی ہے کہ بھاگتا ہوا انسان بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ایک سانپ ایسا بھی ہوتا ہے جو اچھی خاصی اداکاری کرتا ہے۔ وہ زہریلا نہیں ہوتا اس لئے اپنے بچاؤ کے لئے عجیب و غریب طریقے استعمال کرتا ہے جس سے اس کی مکاری کا پتہ چلتا ہے۔ اگر آپ اسے مارنا چاہیں تو وہ اپنے منہ سے بڑے زور کی پھنکار نکالتا ہے اور حملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر اس طرح کام نہیں چلتا تو وہ چکرا کر گر جاتا ہے اور ایسا ظاہر کرتا ہے گیا مر گیا۔ اگر آپ اسے مردہ سمجھ کر چلے جائیں تو وہ آہستہ سے آنکھیں کھول کر چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے اور پھر تیزی سے بھاگ جاتا ہے۔

سانپ کی ایک قسم بڑی چکنی ہوتی ہے۔ وہ حقیقت میں چھپکلی کی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر آپ اس کی دم پکڑ لیں تو وہ فوراً ٹوٹ جاتی ہے اور سانپ بھاگ جاتا ہے۔ دم ٹوٹنے سے خون بالکل نہیں

نکلتا۔ کچھ عرصے بعد اس کی جگہ نئی دم (کبھی کبھار دو ڈمیں) نکل آتی ہے۔

بعض ریگتانوں میں بڑی بڑی چھپکلیاں پائے جاتی ہیں جنہیں ہم ”گوہ“ کہتے ہیں۔ ایک گوہ ایسی ہوتی ہے جو ریت میں بالکل اسی طرح نہاتی ہے جیسے ہم پانی میں نہاتے ہیں۔

جنوبی اور وسطی امریکا میں ایک ایسا گرگٹ (یہ کیڑا بھی چھپکلی کی نسل سے تعلق رکھتا ہے) پایا جاتا ہے، جسے پانی سے تقریباً کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اس کی لمبائی عام طور پر ڈھائی فٹ ہوتی ہے۔ دم اور ٹانگیں پتلی اور نازک ہوتی ہیں لیکن پیروں کی انگلیاں خوب لمبی ہوتی ہیں۔ اگر وہ کسی درخت کے تنے پر بیٹھا ہو جو پانی پر بہتا جا رہا ہو اور اسے چھیڑ دیا جائے تو ڈر کر پانی میں کود جاتا ہے لیکن ڈوبتا نہیں۔ وہ اپنے لمبے لمبے پنجوں کی مدد سے پانی کی سطح پر کھڑا ہو جاتا ہے اور وہیں سے بھاگتا بھاگتا کسی دوسرے درخت یا ٹھٹھے پر پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنے پنجوں کی مدد سے پانی پر ایک چوتھائی میل تک دوڑ سکتا ہے۔

ایک مینڈک ایسا ہوتا ہے جس کے سر پر سینگ ہوتے ہیں، لیکن وہ بھی گرگٹ کی نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر اسے چھیڑ دیا جائے تو وہ اپنی آنکھوں سے خون کی دودھاریں اس زور سے چھوڑتا ہے کہ وہ کئی فٹ کے فاصلے تک چلی جاتی ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا گرگٹ یا گوہ